تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

مئی 2021

دین کے تین مختلف شعبے



قرآن پاک اور مستشرقین

ایمان اور اسلام

اداریہ

توہینِ رسالت کی مہم اور ہماری ذمہ داریاں



صدقہ فطر

کشف المعانی

المکتوباتِ امام ربانی

آزادی نسواں کے علمبرداروں سے ایک اپیل



مسائلِ دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل حل

فہرست

نعت شریف

کمال ملتا ہے سارا حضور کے در سے ••• جمال پاتی ہے دنیا حضور کے در سے

سو دو جہاں کے انعام ان کو ملتے ہیں ••• جو لو لگاتے ہیں دانا حضور کے در سے

کوئی حجاب بھی آڑے نہ آسکا ہرگز ••• ملا جو دیدۂ بینا حضور کے در سے

حضور دیتے ہیں سب کچھ خدا کی رحمت سے ••• جو مانگتا ہے زمانہ حضور کے در سے

ہم ان کے در سے کدھر جائیں اور کیوں جائیں ••• کہ سب وقار ہے اپنا حضور کے در سے

یہ تخت و تاج ، وہ خلد و جناں ، رضائے خدا ••• خدائی پاتی ہے کیا کیا حضور کے در سے

زمانہ دے نہ سکا مات پھر کبھی ہرگز ••• ملا جو ہم کو سہارا حضور کے در سے

حضور ہی سے تعلق نہیں تو کیسا حضور ••• حضور ملتا ہے سارا حضور کے در سے

خدائی کی تو کوئی بات ہی نہیں ، لوگو! ••• خدا بھی ملتا ہے اپنا حضور کے در سے

خدا کا در بھی وہی جو حضور کا در ہے ••• خدا کا در بھی ہے پایا حضور کے در سے

یہ آسی کہتا ہے شیخ کریم کا صدقہ ••• ملی ہر ایک تمنا حضور کے در سے

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

توہینِ رسالت کی مہم اور ہماری ذمہ داریاں

تمام غیر مسلم اقوام آج اس حقیقت کا ادراک حاصل کر چکی ہیں کہ وہ اسلام کے سیلِ رواں کو روک نہیں سکتیں، نہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شانِ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا چرچا انہیں ہضم ہو رہا ہے۔ وہ جان چکے ہیں کہ کسی اور دین کے دامن میں قرآن جیسا دستور العمل نہیں...... اسلام جیسے آفتابِ ہدایت کے مقابل دنیا بھر کے ازم خاک کے ذروں کی مثل ہیں ...... جبکہ (مہر سپہر پیمبری، ماہِ سمائے دلبری، جمالِ چہرۂ خوبی، کمالِ شانِ محبوبی) جناب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسی ہستی کی نظیر کون سامنے لائے جن کے اخلاق و کردار اور تعلیمات و کمالات کے سامنے کسی کا دیا جلنے والا نہیں۔ انہیں نظر آ رہا ہے کہ چودہ صدیاں گذرنے کے بعد آج بھی جناب محمدِ عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غلامی کے حصار میں لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ یعنی فرمانِ خداوندی وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً کا ظہور اب بھی وقوع پذیر ہے۔ بقول اعلیٰحضرت:

ترے دینِ پاک کی وہ ضیا کہ چمک اٹھی رہِ اصطفا　　جو نہ مانے آپ سقر گیا کہیں نور ہے کہیں نار ہے

اور یہ کہ
وہ اُنھیں چمک کے تجلیاں کہ مٹا دیں سب کی تعلّیاں　　دل و جاں کو بخشیں تسلّیاں ترا نور بارد و حار ہے

بجائے سچے رب، سچے نبی اور سچی کتاب کو ماننے کے سیاہ بخت یہود و ہنود و نصاریٰ نے بغض و حسد کی آگ میں جلنا شروع کر دیا، اور اسلام اور ذاتِ بانی اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔

توہینِ رسالت کی سازشوں کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ 15 اپریل 2005ء کو ڈنمارک کی ملکہ مارگریٹ نے سرکاری طور پر شائع شدہ اپنی بائیوگرافی میں کہا کہ "آیئے! اسلام کے خلاف ہم اپنی مخالفت کا کھل کر اظہار کریں۔" اسی دور میں رسولِ مکرم، نبی محتشم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی منصوبہ بندی ہوئی۔ جو بعد ازاں تھوڑے تھوڑے وقفوں سے شائع ہوتے رہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں

اضطراب پیدا ہوا جو بتدریج بڑھتا گیا۔ ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں 27 مسلم تنظیموں نے 'یورپی کمیٹی برائے حرمتِ رسول' قائم کی۔ جس نے معافی کا مطالبہ اور مذمت کی۔ 14 اکتوبر 2005ء جمعہ کو کوپن ہیگن میں پانچ ہزار مسلمانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اب توہین آمیز خاکوں کی اشاعت ڈنمارک کے ہمسایہ ممالک سویڈن، ناروے، جرمنی سے ہوئی اور پھر دیگر ممالک اس امرِ شنیع کے مرتکب ہوئے۔ ادھر احتجاج بھی پوری دنیا میں پھیل گیا، لیکن 'اظہارِ رائے کی آزادی' نامی گندی بیماری جسے لگی وہ لعنتوں کی دلدل سے نہ نکل سکا۔

سالِ گذشتہ میں فرانس کا صدر توہین کا مرتکب ہوا تو ایک مرتبہ پھر اسلامی دنیا میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ سرکاری سطح پر اس قسم کی حرکت ناقابلِ قبول تھی۔ ضرورت تھی کی توہین سرکاری سطح پر ہوئی ہے تو احتجاج و مذمت بھی تمام اسلامی حکومتیں سرکاری طور کرتیں، لیکن چند حکمرانوں کے سوا کسی کو توفیق نہ ملی۔ ترکی کے عزت مآب صدر کی مذمت سب سے جاندار تھی، جنھوں نے فرانسیسی صدر کو پاگل قرار دے کر اپنے دماغ کے علاج کا مشورہ دیا۔ اس پر فرانس بہت سیخ پا ہوا اور اس نے ترکی سے اپنا سفیر واپس بلوالیا۔ عرب دنیا کی طرف سے فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کا خدشہ پیدا ہوا تو فرانس نے باقاعدہ گڑگڑا کر ایسا نہ کرنے کی درخواست کی۔

فرانسیسی صدر کی خباثت پر یوں تو تمام اسلامی دنیا سے صدائے احتجاج بلند ہوئی، تاہم ترکی کی سرکار اور پاکستان کے عوام کا انداز خاصا جذباتی اور جارحانہ تھا۔ تحریکِ لبیک پاکستان کی زیرِ قیادت عوامِ پاکستان نے حکومت پر زور دیا کہ وہ فرانس سے سفارتی تعلقات منقطع کرتے ہوئے اس کا سفیر نکالے۔ حکومت کا موقف تھا کہ چونکہ فرانس سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا مطلب یورپی یونین سے تجارتی تعلقات کا انقطاع نیز ایف اے ٹی ایف اور اقوامِ متحدہ میں کشمیر ایشو پر فرانس کی حمایت سے ہاتھ دھونا تھا لہٰذا پاکستان اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ جبکہ تحریکِ لبیک تمام تر خدشات اور مصلحتوں سے بالاتر ہو کر حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم ہر حال میں بلند رکھنے کی طلبگار تھی۔ چنانچہ امیر تحریک جناب سعد رضوی صاحب کی گرفتاری اور علماء کی پکڑ دھکڑ پر احتجاج نے دھرنوں اور بالآخر پرتشدد کارروائیوں کی شکل اختیار کرلی، جس میں طرفین سے خاصا جانی و مالی نقصان ہوا، عوام الناس تمام تفصیلات سے آگاہ ہیں۔ اس نقصان پر ہر پاکستانی کی آنکھیں اشکبار تھیں کیونکہ شہید ہونے والے سب ہمارے اپنے پاکستانی تھے۔ احتجاج کے طریقۂ کار پر بہت سے لوگوں کو تحفظات ہوں گے لیکن اس میں ہرگز دو رائے نہیں کہ تحریکِ لبیک بلکہ ہر مسلمان جو اپنے آقا و مولیٰ، ملجا و ماوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹوٹ کر پیار کرتا ہے، اس کا توہینِ رسالت پر حکومتِ وقت سے سخت ترین ردِّعمل دینے کا مطالبہ حق ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلم اُمّہ کو عالمِ کفر کی طرف سے کی جانے والی توہینِ رسالت، توہینِ اسلام، توہینِ قرآن اور توہینِ خونِ مسلم پر کیا ردِّعمل دینا چاہئے؟ وہ کون سے اقدامات ہیں جن کے کرنے سے مغرب اپنی ان مذموم حرکتوں سے باز آجائے؟ اس سلسلے میں چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں، کاش مسلم دنیا کا ہر خاص و عام اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے تو دنیا کا کوئی کتا، کوئی خنزیر پھر ہمارے نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کا سوچے گا بھی نہیں۔

☆......ہونا یہ چاہئے کہ ہمارے کم وبیش 57 اسلامی ملکوں کے جو حکمران ہیں، وہ او آئی سی کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کرتے اور باہمی مشاورت سے اقوامِ متحدہ میں متفقہ طور پر قرارداد لاتے کہ مسلمانوں کی دلآزاری کے اس طویل سلسلے کو بند کیا جائے، ان کی اپنے نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت کا ادراک کیا جائے اور 'اظہارِ رائے کی آزادی' کے قانون کا غلط استعمال بند کیا جائے۔ آئین سازی کا مطالبہ کیا جائے اور توہینِ رسالت،

توہینِ مذہب پر سزا تجویز کی جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ 57 ممالک متفقہ طور پر ایک قرارداد پیش کریں اور وہ منظور نہ ہو؟ کیا یہ اسلامی حکمران اپنے مذہب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لیے کم از کم اس ایک نکتے پر ہم آواز نہیں ہو سکتے؟

☆...... اگر ہمارے اسلامی حکمران اپنے اپنے ملک کی معیشت کو مضبوط بنانے پر توجہ دیں، مغربی ممالک پر انحصار کرنے کی بجائے آپس میں تجارت کو فروغ دیں، صنعتوں کو ترقی دیں، معاشی طور پر بہتر اسلامی ممالک کمزور ممالک کی مالی معاونت کریں اور کسی طرح امریکہ و اسرائیل کی لونڈی اقوامِ متحدہ سے جان چھڑا ہی لیں تو مغرب کی غلامی سے سب کی جان چھوٹ جائے۔ اور باوقار اقوام کی طرح ہم مغربی دنیا کو ہر قسم کی بدمعاشی سے روکنے کی پوزیشن میں آ جائیں۔ کاش یہ حکمران اس بارے میں بھی سوچیں۔

☆...... فرانس، ڈنمارک، ناروے، سویڈن، بیلجیئم اور اس جیسے تمام گستاخ ممالک کی مصنوعات کا اجتماعی بائیکاٹ ان کے لیے بہت بڑا صدمہ ہوگا۔ بہت سے غیرت مند مسلمان ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے بھی ہیں، لیکن اجتماعیت کا فقدان اس عمل کو غیر موثر بناتا ہے۔

☆...... تمام مسلمان حکومتیں اپنی سرپرستی میں اور وسائل کی فراہمی کے ساتھ اسلامی باعمل مبلغین کے وفد پوری دنیا میں بھیجیں۔ جب لوگ اسلام کے حسن کو دیکھیں گے تو ایمان کے چمنستان میں داخل ہوں گے یا کم از کم اس کی توہین سے باز رہیں گے۔ یہاں ہم فرانس ہی کی ایک مثال دیں گے۔ جب فرانس کے صدر نے کہا کہ اسلام پوری دنیا میں بحران کا شکار ہے، اس کے چند ہی دن بعد 'سوفی پیٹرنن' نام کی ایک فرانسیسی امدادی کارکن کو رہا کیا گیا، جسے دسمبر 2016ء میں 'مالی' کے کچھ مسلمان جہادیوں نے یرغمال بنالیا تھا۔ اسے چار سال تک قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ وہ آخری فرانسیسی یرغمالی تھی۔ جب اسے رہا کیا گیا تو خود فرانسیسی صدر اس کے استقبال کے لیے ایئر پورٹ گیا۔ جب وہ جہاز کی سیڑھیوں سے نیچے اتری تو اس نے اسکارف پہنا ہوا تھا، جس پر حکومت نے پابندی لگا رکھی تھی۔ اور اس نے کہا کہ میں سوفی نہیں ہوں، مریم ہوں الحمدُ للہ۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب لوگوں نے جاننے کی کوشش کی کہ آپ کے ساتھ کیسا سلوک ہوا تو مریم نے ان کے مہذب سلوک اور دیئے جانے والے احترام کی بے پناہ تعریف کی اور بتایا کہ جو وہ کر رہے تھے اپنے ملک کی آزادی کے لیے تھا۔ یہ فرانس کے صدر کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا، جب اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک مسلمان کا استقبال کرنے آیا تھا۔ جس دین کو اس نے بحران کا شکار کہا تھا وہ تو اس کے دروازے تک آ پہنچا تھا۔ یونہی برطانیہ کی سفید فام صحافی ایوان رڈلی کو افغانستان میں طالبان نے یرغمال بنالیا۔ رہائی کے بعد اس نے طالبان کی بہت تعریف کی۔ بوقتِ رہائی اسے قرآن پاک پڑھنے کی اپیل کی گئی تھی۔ اس نے قرآن پڑھا اور برطانیہ میں برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا۔ کیا یہ واقعات فرانسیسی صدر کے غلیظ چہرے پر تازیانہ نہیں؟ المختصر! آپ مغرب تک اسلام کو لے کر جائیں، وہ اس کی حقانیت کو ضرور جان لیں گے۔ ان کا میڈیا اسلام کو دہشت کی علامت کے طور پر دکھاتا ہے، انہیں حقیقتِ حال بتانے کی ضرورت ہے۔

☆...... ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کے علاقے میں کوئی بدبخت توہین کا مرتکب ہو تو قانونی کارروائی کی جائے۔ احتجاج کے ساتھ ساتھ اگر عدالتوں میں ٹھوس شواہد کے ساتھ جایا جائے تو یہ انتہائی سودمند ہوگا۔ ہارون رشید نے امام مالک علیہ الرحمہ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان میں بے ادبی کرے تو امت کیا کرے؟ آپ نے فرمایا امت اس سے بدلہ لے۔ کہا اگر ایسا نہ کرے تو پھر؟ فرمایا پھر امت کو چاہئے کہ مر جائے، اسے جینے کا کوئی حق نہیں۔ بدلہ لینے کی صورت یہ بھی ہے کہ جب ایسی ناپاک حرکت ہو تو ثبوت اور مجرم کو پکڑ کر حوالۂ پولیس کیا جائے۔

عدالت میں مقدمے کی بھرپور پیروی کی جائے۔ یہاں تک کہ اس بدبخت کو سزا دلوائی جائے۔

☆......حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت وناموس کا دفاع مقصود ہے تو امت کو اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیاری تعلیمات کو خود پر نافذ کر کے ان کا حسن دنیا کو دکھانا ہوگا۔ لوگ ہمارے کردار کو دیکھ کر ہمارے محسن ومربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حسنِ تربیت پر فریفتہ ہو جائیں۔ ہم جھوٹ نہ بولیں...... بددیانتی نہ کریں...... عمدہ مال دکھا کر ادنیٰ نہ بیچیں...... خوش اخلاقی ہمارا وطیرہ ہو...... معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا نہ کریں...... کرپشن اور دھوکہ دہی سے اپنا وقار خراب نہ کریں...... اپنے اپنے فرائضِ منصبی عمدگی کے ساتھ ادا کریں...... مفاد پرستی کی بجائے خدمتِ خلق کو شعار بنائیں...... غرض یہ کہ ہمارا کردار دنیا کے لیے ایک روشن مثال ہو تو یقین کریں کہ اقوامِ عالم پر ہمارا رعب طاری ہوگا اور ہماری تربیت کرنے والے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت کا نقش اہلِ مغرب کے قلوب واذہان پر اور بھی زیادہ ثبت ہوگا۔

☆......الیکشن کے دنوں میں جس سیاسی امیدوار کو ووٹ دینے کا ارادہ ہو، اس سے وعدہ لیں کہ قومی اسمبلی میں پہنچنے کے بعد ہمیشہ حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت وعظمت کی بات کرے گا۔ اور عالمی طاقتوں کے دباؤ پر کسی بھی قسم کی ایسی آئین سازی نہیں ہونے دے گا جس سے تحفظِ ختمِ نبوت اور ناموسِ رسالت سے متعلقہ شقیں بے اثر ہو جائیں۔ نیز اگر کوئی غیر مسلم (اندرونِ ملک یا بیرونِ ملک) گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے تو تادیبی کاروائی کے لیے حکومتِ وقت کو اپنا کردار ادا کرنے کے لیے زور دیتا ہے۔

کہنے کو بہت کچھ ہے، لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

آج باطل قوتوں کو گوارا نہیں کہ "کوئی ان کے سامنے سر اٹھا کے چلے" اس گئے گزرے دور میں جبکہ اپنے بھی تماشائی بن گئے ہیں اور دنیا بھر کے مسلمان حکمران بھی دم بخود ہو گئے ہیں۔ اسلام کے سرفروشوں نے ہمیشہ ایمان اور جرأت کی ایک تاریخ مرتب کی ہے۔ جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے شہادت کے پیالے نوش کیے ہیں۔

کہ خوش رسمے بنا کردند در بخاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فرزندانِ اسلام نے اگرچہ ہر دور میں مصائب کو لبیک کہا ہے اور بدر وحنین کے شہیدوں کی راہ پر چل کر اسلام کے پرچم کو بلند رکھا ہے۔ مگر جس زمانے میں ہم بس رہے ہیں یہ مسلمانوں کے زوال کا زمانہ ہے، یہ بزدلوں کا دور ہے۔ یہ ایٹمی قوت کے مالک ہوتے ہوئے کانپنے والے حکمرانوں کا دور ہے۔ یہ کاسہ لیس بادشاہوں کا دور ہے۔ ہائے وہ زمانہ کہاں سے لائیں:

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا — حکم دیتا سمندر کو وہ رستہ چھوڑ دیتا

ایران وشام وروما کو جھکایا تھا میدانوں میں — ہو کا لا الہ کا دے دیا تھا سب جہانوں میں

مگر ایک وقت آنے والا ہے جب ظلم وستم کے بادل چھٹ جائیں گے مغربی قوتوں کی اندھیری گردی ختم ہو جائے گی۔ ظلم وستم کی آندھیاں تھم جائیں گی، اور انشاء اللہ ہم یہ انقلاب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

ایمان اور اسلام

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرالہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)۔نیت کی اہمیت: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اعمال (کی قبولیت) کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی''۔(یعنی نیت کے مطابق اجر ملے گا) پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو کہ اس سے شادی کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی (یعنی خدا اور رسولِ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے جس نے وطن وغیرہ چھوڑا، اس کے لئے بہت ثواب ہے اور جو صرف دنیا کے حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کرے اسے ثواب سے کیا تعلق)۔(بخاری و مسلم)

(۲)۔نظام فکر و عمل: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے۔اس پر سفر کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنے گھٹنے (گویا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک گھٹنوں سے لگا دیئے (یعنی بالکل قریب بیٹھ گیا) اور اپنے ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھ کر عرض کرنے لگا اے محمد (یعنی نہایت ہی قابل تعریف ہستی) مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان میں روزہ دار رہے اور حج بیت اللہ کرے بشرطیکہ تجھے اس کی طاقت ہو۔آدمی بولا حضور نے سچ فرمایا۔ ہمیں تعجب ہوا خود ہی پوچھ رہا ہے اور خود ہی تصدیق کر رہا ہے۔پھر عرض گزار ہوا، مجھے ایمان کے متعلق کچھ بتایئے۔فرمایا (ایمان یہ ہے) کہ تو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخری دن (یعنی روزِ محشر) پر اور اچھی بری تقدیر پر بھی تمہارا ایمان ہو۔اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔پھر بولا (حضور!) مجھے احسان کے بارے میں بھی بتایئے۔فرمایا (احسان یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت یوں کر جیسے اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ سمجھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔پھر اس نے پوچھا مجھے قیامت کی خبر دیجئے۔فرمایا جس سے پوچھ رہے ہو وہ پوچھنے والے سے زیادہ باخبر نہیں۔وہ بولا اس کی نشانیاں ہی بتا دیجئے۔فرمایا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں والے ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں، مفلسوں کو تو محلوں میں فخر کرتا دیکھے گا۔راوی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر وہ سائل چلا گیا۔میں کچھ دیر ٹھہرا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر کیا تو جانتا ہے یہ کون ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ارشاد ہوا یہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔(مسلم شریف)

(۳)۔ارکان اسلام: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور

نماز قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری ومسلم)

(۴)۔ ایمان کی شاخیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی بہتر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل تولا الہ الا اللہ (یعنی توحید کی گواہی دینا) اور سب سے ادنی تکلیف دہ چیز کا راستے سے ہٹا دینا اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۵)۔ پکا مسلمان اور سچا مہاجر: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما راوی ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (پکا) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے اور سچا مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دیا۔ یہ بخاری شریف میں ہے مسلم شریف کی روایت کے مطابق ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا حضور بہترین مسلمان کون ہے؟ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔

(۶)۔ ایمان اور محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی ماں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

(۷)۔ ایمان کی مٹھاس: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی، ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا۔ ۱۔ جسے اللہ اور اس کا رسول باقی سب سے زیادہ پیارے ہو جائیں۔ ۲۔ جس آدمی سے بھی محبت کرے محض اللہ کے لئے کرے۔ ۳۔ جو (مسلمان ہونے کے بعد) کفر میں لوٹنے کو یوں ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے حضور رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے ایمان کی چاشنی پالی جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔ مسلم یعنی خدا اور رسول اور دین اسلام کے کسی فیصلے سے پریشان نہیں ہوتا اور صدق دل سے ان کے احکام پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۸)۔ ایمان اور استقامت: حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں ایسی (جامع) بات ارشاد فرمائیے کہ حضور کے بعد (یا ایک روایت کے مطابق آپ کے سوا) کسی اور سے نہ پوچھوں (یعنی نہ پوچھنا پڑے) فرمایا یہ اعلان کر کہ اللہ پر میں ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔ (مسلم)

(۹)۔ انسان کی دو نازیبا باتیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے آدم کے بیٹے نے (یعنی انسان نے) مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اسے مناسب نہیں تھا اور اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ بھی اسے شایان نہیں تھی۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے رب مجھے پہلے کی طرح دوبارہ نہ بنا سکے گا حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں (یعنی جب پہلی بار اسے پیدا کر چکا ہو تو دوسری بار پیدا کرنا کیا مشکل ہے) پھر اس کا مجھے گالی دینا اس کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کی بھی اولاد ہے حالانکہ میں تو واحد یکتا اور ایسا بے نیاز ہوں کہ نہ کوئی میری اولاد بن سکتا ہے نہ میں کسی کی اور کوئی میرا ہمسر بھی نہیں ہوسکتا۔

(۱۰)۔ کامل ایمان کس کا؟: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صرف اللہ

کے لیے (کسی سے) محبت کی، اللہ کے لئے ہی (کسی سے) بغض رکھا، اللہ کے لئے ہی کسی کو کچھ دیا اور اللہ کے لیے ہی کسی کو نہ دیا۔ اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ (ابوداؤد)

(۱۱)۔ ایمان اور امانت: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں وعظ میں یہ نہ فرمائیں جو امانت دار نہیں، اس کا ایمان نہیں اور جو وعدے کا پابند نہیں اس کا دین نہیں۔ (بیہقی)

(۱۲)۔ دوزخ حرام: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں اللہ نے اس پر دوزخ حرام کر دی۔

(نوٹ: نجات کے لئے لیے توحید کے ساتھ رسالت کی بلکہ سب ضروریات دین کی تصدیق ضروری ہے جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مانتا ہے وہ آپ کی سب سے تعلیمات پر گویا ایمان رکھتا ہے اور اگر خدانخواستہ کسی ایک فرمان سے بھی جان بوجھ کر منہ پھیر لے تو مومن نہیں مثلاً اگر نماز کی فرضیت کا انکار کر دے تو بھی دائرہ اسلام سے نکل جائے گا۔ جن احادیث میں لا الہ الا اللہ کہنے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے وہاں بھی پورا کلمہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مراد ہوتا ہے۔ جیسے کبھی صرف الحمد کہنے سے ساری سورہ فاتحہ مراد ہوتی ہے۔ بعض منافقین ایسے مقامات پر غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے نجات ہو جائے گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے کی ضرورت نہیں۔

(۱۳)۔ نیکی کا بدلہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنا اسلام ٹھیک کر لے تو جو نیکی بھی کرے گا دس سے سات سو گنا تک لکھی جائے گی حتی کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ (مسلم، بخاری)

(۱۴)۔ ایمان اور گناہ کی پہچان: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا (حضور!) ایمان (کی پہچان) کیا ہے؟ فرمایا۔ "جب تجھے تیری نیکی خوش کرے اور تیری برائی غمگین کرے تو تو (کامل) مومن ہے"۔ پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گناہ (کی پہچان) کیا ہے؟۔ فرمایا جب کوئی شے تمہارے دل میں خلش پیدا کرے اسے چھوڑ دو (ایسی چیز کو نہ چھوڑنا گناہ ہے)۔

(۱۵) چند سوالات: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اس کام (یعنی اسلام) میں آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا آزاد اور غلام (دونوں قسم کے لوگ) پوچھا اسلام کیا ہے؟ فرمایا اچھی بات کرنا، اور کھانا کھلانا، پوچھا ایمان کیا ہے؟ فرمایا "صبر و سخاوت" پوچھا کون سا اسلام افضل ہے؟ فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (اس کا اسلام افضل ہے) پوچھا کون سا ایمان افضل ہے؟ فرمایا اچھی عادات (والا مومن افضل ہے) پوچھا کون سی نماز افضل ہے؟ فرمایا جس میں لمبا قیام ہو۔ پوچھا کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ اس چیز کو چھوڑ دے جو رب کو ناپسند ہو۔ پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیے جائیں اور خود اسے شہید کر دیا جائے (اس کا جہاد افضل ہے)۔ پوچھا کون سی گھڑی افضل ہے؟ فرمایا آخری رات کا درمیانی حصہ (احمد)

غزوۂ احمد اور معجزات

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرالہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(غزوہ احد شوال 3 ہجری میں ہوا اس کے حالات عام سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں صرف اس میں رونما ہونے والے چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں کرامات اور حیات شہداء کی چند روایات بھی درج کی جائیں گی)

لڑائی کے انجام کی خبر: جمعہ کی رات (۱۴، شوال) کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں اپنے آپ کو مضبوط زرہ پہنے ہوئے دیکھا۔ آپ کی تلوار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے اور ایک گائے ذبح کی جارہی ہے اور آپ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔ اس کی آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے۔ تلوار کی شکستگی سے مراد ذات شریف پر کوئی مصیبت ہے۔ گائے سے مراد وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا کبش الکتیبہ (طلحہ بن ابی طلحہ) ہے جسے اللہ قتل کرے گا۔ اسی خواب کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رائے عالی میں مدینہ منورہ میں رہ کر لڑنا زیادہ بہتر تھا۔ (خصائص کبریٰ، بحوالہ بخاری و مسلم سیرت رسول عربی صفحہ ۱۶۸)

فرشتوں کا نزول: (ا)۔ بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں دو مردوں کو آپ کی طرف سے سخت جنگ کرتے دیکھا۔ انہیں میں نے اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ وہ دونوں حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۴۰)

(ب): حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کے علمبردار تھے، شہید ہو گئے تو اس جھنڈے کو ایک فرشتہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یہ فرض نبھایا۔

(ج): ابن اسحاق، ابن عساکر اور واقدی کی روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر تیر اندازی کر رہے تھے۔ اس وقت ایک جوان آدمی آپ کو تیر دیتا جاتا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ ابو اسحاق! تیر چلاؤ۔ جنگ کے بعد اس کی تلاش ہوئی تو کسی کو نہ ملا۔ (گویا یہ بھی فرشتہ ہی تھا)۔ (خصائص جلد ا، صفحہ ۲۳۲)

(د): بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جب میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شہید کر دیئے گئے تو میری پھوپھی رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا مت رو یا فرمایا ان کے لیے کیوں روتی ہو۔ فرشتے ان کو اپنے بازوؤں میں چھپائے رہے جب تک تم نے انہیں نہ اٹھایا۔ (خصائص جلد ا، صفحہ ۲۳۴)

(ہ): طبرانی اور ابن عساکر کے مطابق حارث بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن مجھ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا میں نے عرض کیا میں نے انہیں پہاڑ کے پہلو میں دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ فرشتے کافروں سے لڑ رہے ہیں۔ یہ سن کر میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پلٹا تو ان کے پاس مشرکین کی لاشیں دیکھیں تو کہا خدا تعالیٰ نے تمہیں فتح دی کیا ان سب کو تم نے قتل کیا ہے۔ بولے (بعض لاشوں کی طرف اشارہ کر کے) اس کو اور اس کو میں نے قتل کیا ہے۔ دوسری لاشوں کو قتل کرنے والے مجھے نظر نہیں آئے۔ یہ سن کر میں

نے کہا، اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سچ فرمایا۔(خصائص کبریٰ جلد ۱صفحہ ۲۳۱)

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غسل: حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ میں شہید ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا۔حضرت حنظلہ کی بیوی نے بتایا اسی رات ان کی شادی ہوئی تھی، صبح اٹھے تو غسل کی حاجت تھی۔آدھا سر دھویا تھا کہ دعوت جنگ کی آواز کان میں پڑی۔فوراً اسی حالت میں وہ شریک ہو گئے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی سبب سے اسے فرشتے غسل دے رہے ہیں۔انہیں اسی لئے غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔(سیرت رسول عربی، بحوالہ طبقات ابن سعد وغیرہ)

اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی برکت: دار قطنی نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میرے ہاتھ کو احد کے دن صدمہ پہنچا تو میں نے (بے اختیار) حس (یعنی کٹ گیا) کہا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لئے جو عمارت بنائی ہے تم دنیا میں رہتے ہوئے اسے دیکھ لیتے۔

جنت کی خوشبو: بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تفصیل سے اپنے چچا حضرت انس ابن النضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شوق جہاد کا حال بیان کیا ہے۔ان کے مطابق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملے تو حضرت انس بن النضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں مخاطب ہوئے

این سعد انی اجد ریح الجنة دون احد

ترجمہ: اے سعد کہاں جا رہے ہو، بیشک میں احد کے نیچے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔(بخاری شریف، کتاب المغازی)

شاخ تلوار بن گئی: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد کے دن تلوار ضائع کر بیٹھے تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی جوان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔(خصائص بحوالہ بیہقی جلد ۱صفحہ ۲۳۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ: حضرت ابو یعلیٰ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ احد کے دن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک آنکھ کو تکلیف پہنچی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن شریف ڈال دیا تو وہ دوسری سے بھی زیادہ صحیح ہو گی۔(خصائص جلد ۱، صفحہ ۲۳۷)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ڈیلا: ابو یعلیٰ اور ابو نعیم کی روایتوں کے مطابق یوم احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کو صدمہ پہنچا ان کی پتلی رخسار پر بہہ کر آ گئی لوگوں نے اسے کاٹنا چاہا۔حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے روکا۔قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ڈیلے کو آنکھ میں رکھ کر اپنی ہتھیلی مبارک سے دبایا اب یہ معلوم نہ ہوتا کہ کونسی آنکھ زخمی تھی۔بعض روایات کے مطابق وہ دوسری سے بھی تیز اور خوبصورت ہو گئی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نظر نہ آئے: ابو یعلیٰ نے حضرت نافع بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک مہاجر بیان کرتے تھے میں احد کے دن موجود تھا اور تیر ہر طرف سے آ رہے تھے۔حضور اکرم تیروں کے درمیان تھے۔میں نے دیکھا ہر تیر آپ سے پھیر دیا جاتا ہے اور میں نے عبداللہ بن شہاب کو احد میں دیکھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ مجھ کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حال بتاؤ وہ زندہ ہیں تو میں انہیں باقی نہیں رہنے دوں گا۔اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پہلو میں تنہا کھڑے تھے مگر اسے نظر نہیں آ رہے تھے۔وہ آپ کے

پاس سے دور چلا گیا۔اس بات پر اسے صفوان نے دھمکایا تو ابن شہاب بولا خدا کی قسم میں نے آپ کو نہیں دیکھا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو ہم سے محفوظ کرلیا گیا۔ہم چار آدمیوں نے آپ کو قتل کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر ایسا نہ کر سکے۔(خصائص جلد ا،صفحہ ۴۳۷)

ابی بن خلف مارا گیا: حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم شعب پر چڑھے تو ابی بن خلف سامنے آکر کہنے لگا۔''اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا۔''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کردے۔حضور نے اجازت نہ دی اور بذات شریف حضرت حارث بن سلمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے فقط خراش آئی اور لہو نہ نکلا۔ابی تک مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر چنتہ یا سورطل جوار کھلاتا ہوں۔اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا جب میں واپس گیا تو کہنے لگا اللہ کی قسم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کر دیا۔وہ کہنے لگے تو بے دل ہو گیا ہے اس خراش کا ڈر نہیں۔اس نے کہا کہ مکہ میں مجھ سے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تھوک دے تو میں مر جاؤں گا اور ایک روایت کے مطابق اس نے کہا خدا کی قسم اگر اس قدر خراش کی تکلیف حجاز کے تمام بندوں پر تقسیم کردی جائے تو سب کی ہلاکت کے لیے کافی ہے۔(البدایہ والنہایہ) چنانچہ قریش اس خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے میں مقام سرف میں مر گیا۔(بالالفاظ سیرت رسول عربی وکتب مختلف سیرت)

گستاخان رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سزا: معجم طبرانی میں ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ابن قمیہ نے حضور پرنور صلی علیہ والہ وسلم کو زخمی کیا تو بکنے لگا خذھا و انا ابن قمی ہ ترجمہ لو اپنا لو اسے اور میں ابن قمیہ ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا

اقماک اللہ. ''اللہ تجھے ذلیل وخوار اور ہلاک وبرباد کردے''

چند روز نہ گزرے تھے کہ اللہ تعالی نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا جس نے اپنے سینگوں سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔(فتح الباری جدے،زرقانی جلد۲)

خطیب نے تاریخ میں محمد بن یوسف الفریابی سے روایت کی کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ جن لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دانت شہید کیے ان کے ہاں کوئی ایسا بچہ نہ ہوا جس کے سامنے کے دانت نکلے ہوں۔(خصائص جلد ا،صفحہ ۴۳۷)

خبر غیب: بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن فرمایا مشرکین اس کے بعد اس طرح کی غزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

ابن سعد نے واقدی سے اور انہوں نے بعض مشائخ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین یوم احد کے بعد ہم پر غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے یہاں تک کہ ہم لوگ رکن کو بوسہ دے لیں چنانچہ سیرت طیبہ کے اوراق گواہ ہیں کہ یوں ہی ہوا۔

مشاہدہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے جابر تجھ کو کیا ہوا۔میں تجھ کو شکستہ خاطر آتا ہوں۔میں نے عرض کیا میرے ماں باپ اس غزوہ میں شہید ہوئے اور آل و عیال اور قرض کا بوجھ چھوڑ گئے۔آپ نے فرمایا میں تجھ کو ایک خوشخبری نہ سناؤں میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کیوں نہیں ضرور سنائیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی شخص سے بھی اللہ تعالی نے کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ لیکن میں نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور بالمشافہ اور بالمواجہ اس سے کلام کیا اور یہ کہا اے میرے بندے اپنی کوئی تمنا میرے سامنے پیش کر،تو تیرے باپ نے یہ عرض کیا،

اے پروردگار تمنا یہ ہے کہ پھر زندہ ہوں اور تیری راہ میں پھر دوبارہ مارا جاؤں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یہ تو نہیں ہوسکتا یہ مقدر ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہیں۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مرجزے سے ان کا قرض بھی ادا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دے گا۔ ان میں سے عمرو بن الجموح بھی ہیں۔ البتہ تحقیق میں نے ان کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے۔

حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس صیرم کے لقب سے مشہور تھے۔ اسی روز مسلمان ہوئے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انه لمن اهل الجنة۔ (البتہ تحقیق وہ اہل جنت میں سے ہے)۔ (سیرت مذکور بحوالہ ابن اسحاق ۱۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے جو جنت میں پہنچ گیا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی، وہ یہی صحابی ہیں۔

حیات شہداء: حاکم اور بیہقی نے حضرت حضرت عبدالاعلیٰ بن عبداللہ ابن ابی فردہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن قبور شہداء کو اپنی زیارت سے نوازا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی

اللهم ان عبدک و نبیک یشهد ان هولاء شهداء و انه من زار هم او سلم علیهم الی الیوم القیمة ردو علیه

ترجمہ: اے اللہ بے شک تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ سب شہید ہیں اور جو بھی قیامت تک ان کی زیارت کو آیا اور سلام کہا یہ جواب دیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اسی حالت میں تھے جو دفن کے وقت تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کا ہاتھ ایک زخم پر تھا ہٹایا گیا تو خون جاری ہو گیا پھر رکھ دیا گیا تو خون ٹھہر گیا۔ نہر کی کھدائی کے اسی موقع پر ایک کدال حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر پڑ گیا تو اس سے خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعات ان کی شہادت کے چالیس سال بعد ہوئے۔

بیہقی اور واقدی کے مطابق حضرت فاطمہ خزئیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتے وقت عرض کیا السلام علیک یا عم رسول اللہ، (رسول اللہ کے چچا سلام ہو آپ پر) آواز آئی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عطاف نے کہا کہ مجھ سے میری خالہ نے بیان کیا میرے ساتھ دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے شہیدوں کے مزاروں پر سلام کیا اور جواب سنا۔ پھر یہ آواز بھی آئی ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح تم ایک دوسرے کو پہچانتے ہو وہ کہتی ہیں کہ اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں لوٹ آئی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن ہشام کی قبر کے پاس رات گزاری تو قبر سے بہترین قرأت سنی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا وہ عبداللہ ہی تھے کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے زبرجد و یاقوت کے قندیلوں میں رکھتا ہے پھر انہیں جنت کے وسط میں لٹکا دیا ہے۔ رات کو روحیں اپنے جسموں کے پاس آ کر صبح تک رہتی ہیں اور پھر اپنے مقامات پر چلی جاتی ہیں۔

قرآن پاک اور مستشرقین

حضرت علامہ محمد ابوبکر صدیق رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر حاضر میں کثیر افراد میں شغف علمی بڑھ رہا ہے خصوصاً اسلامی لٹریچر کی طرف رجحان پہلے کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے اور تحقیق اور تخلیقی کام کرنے کا جذبہ اور ذوق روز بروز فزوں ہے۔

آج کل کا ریسرچر (Researcher) خصوصاً دینی مدارس سے تعلق رکھنے والا جب اسلامی لٹریچر، تفسیر، حدیث، سیرت یا تاریخ اسلامی، ادب عربی کا مطالعہ کرتا ہے تو اکثر کتب کے مصنفین کے ساتھ ایک لفظ مستشرقین لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ جو کہ اس کے لئے ایک نئی نامو س اصطلاح یا لفظ ہوتا ہے۔ ہم چند سطور میں اس لفظ کی تحقیق اور مستشرقین کے اہداف اور مقاصد کو قارئین کی نظر کرتے ہیں۔ اس موضوع پر ہم چار جہتوں سے گفتگو کریں گے تا کہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

☆...... استشراق کیا ہے اور اس کا مطلب

☆......اس اصطلاح کا آغاز کب ہوا اور مشہور مستشرقین کے نام

☆...... مستشرقین کے ظاہری اور پس پردہ اہداف

☆...... مستشرقین کی اسلامی لٹریچر خصوصاً قرآن کی طرف رغبت

استشراق کا مطلب: ہم اس لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں تو اس لفظ کی اصل مشرق نکلتی ہے اور پھر اس لفظ شرق کی طرف تین حروف الف، س، تا کی نسبت کر کے اس کو باب استفعال پر لے جایا گیا۔ جس نے اس کے اندر طلب والا معنی پیدا کر دیا۔ اور یوں استشراق ہو گیا۔ جس کا لغوی معنیٰ ہے مشرق کی طلب یعنی مشرق کے تہذیب وتمدن، لغات، ادیان اور خصوصاً اسلام کے بارے میں معلومات کا طلب کرنا۔ فائدہ یہاں اگر ہم تاریخی اعتبار سے دیکھتے ہیں تو مشرق درج تین حصوں میں تقسیم ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

الشرق الادنیٰ (Near East)۔ وہ ممالک جو مغرب سے قریب ترین ہیں مثلاً مصر، لیبیا، الجزائر، مراکش، موریتانا۔

الشرق الاوسط (Middle East) وہ ممالک جو مشرق و مغرب کے درمیان ہیں۔ مثلاً سوڈان، سعودی عرب، یمن، شام، ایران، عراق، افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش۔

الشرق الاقصیٰ (Far East) وہ جو مغرب سے بہت دور ہیں مثلاً ملائیشیا، تھائی لینڈ، برما، فلپائن، ویتنام، کوریا وغیرہ۔

لفظ مستشرق: رہا لفظ مستشرق تو یہ استشراق مصدر سے اسم فاعل ہے جس کا معنیٰ ہے ایسا شخص جو مشرق کو طلب کرنے والا ہو۔ پھر ہر وہ اسکالر جو اپنی تحقیق میں مشرق کو موضوع بحث بنائے اور مشرق کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہے، اسے مستشرق کہا جانے لگا۔

عربی میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ **من تبحر فی لغات الشرق و آدابه و ادیانه**

انگلش میں اس کے لئے Orantilist کی اصطلاح بولی جاتی ہے۔

استشراق اور مستشرق کی اصطلاح کا آغاز: استشراق اور مشترق (Orantilist & Arantilssan) دو اصطلاحیں ہیں جن میں سے ایک مصدر اور دوسرا اسم فاعل ہے۔ یہ عربی کے الفاظ تو ہیں لیکن بطور ان اصطلاح کا استعمال ستارھویں، اٹھارہویں صدی میں ہوا۔ اور سب سے پہلے یہ اصطلاحیں فرانس میں شروع ہوئیں۔ پھر پورے یورپ میں یہ اصطلاحیں ہونے لگیں۔ اس لئے فرانس میں سب سے زیادہ مستشرقین پیدا ہوئے نیز زیادہ اچھے سکالرز بھی فرانس میں ہی استعمال ہوئے۔ مزید برآں یہ اصطلاحات پہلے پہل صرف اور صرف پادریوں کے لئے استعمال کی جاتی تھیں اور کسی دوسرے اسکالر یا ریسرچ کے لئے استعمال نہ کی جاتیں۔

کیونکہ پادریوں کا کام ہی صرف یہ تھا کہ مستشرقیت کا مطالعہ کرنا اور خاص طور پر اسلام کو ٹارگٹ بنانا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداً صرف یورپین خصوصاً فرانسیسی پادریوں کو ہی مستشرقین کہا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں ہر غیر مسلم کو جو مشرق کا مطالعہ کرتا اور اسلام کے خلاف کام کرتا، اسلام کے بارے میں کوئی نئی پیچیدگی پیدا کرتا اس کا تعلق خواہ کسی بھی ملک یا علاقے سے کیوں نہ ہوتا اس کو مستشرق کہا جانے لگا۔

مشہور مستشرقین:

یوں تو اب تک بہت سے مستشرقین گزرے ہیں لیکن یہاں چند مشہور مستشرقین کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ اے۔ جے۔ آربری (A.J.Arberry)

یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے مستشرق کی اصلاح کا رائج کیا اور خود بھی مستشرق اور خصوصاً اسلام پر ذخیرہ معلومات اکٹھا کیا۔ یہ مشرقی علوم و آداب خصوصاً اسلامی تعلیمات پر اتنا ماہر ہوا کہ اس نے قرآن مجید کا ترجمہ اور عربی ادب کی مشہور کتاب السبع المعلقات کا ترجمہ کیا

۲۔ ولیم بیڈول (William Bedwell)

اس نے عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور پھر تاریخ اسلام اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتب لکھی۔

۳۔ ایڈورڈ پوکوک (Edward Pococke)

یہ متعصب ترین عیسائی تھا۔ ملک شام سے خالص عربی جنون سیکھے اور بعد ازاں قرآن پاک کو اپنا ٹارگٹ بنایا اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کی سعی لاحاصل کی۔

۴۔ ولیم میور (William Muir)

اس نے ہندوستان میں آکر اسلامی تعلیمات کو سیکھا بہت سی کتابیں لکھیں۔ جن میں ''شھادۃ القرآن علی الکتب الیھودیہ والمیحیہ'' اور سیرت رسول اور خلافت پر بھی کتابیں لکھیں

۵۔ آرتھر جون آربری (Arthur johu Arberry)

اس نے عربی اور فارسی سے اسلامی لٹریچر میں پڑھنے اور سمجھنے کے لئے مصر، فلسطین، شام اور لبنان کے سفر کئے۔

اور بہت سی کتابیں ادب عربی میں تصنیف کیں جن میں (التعرف الی اهل التصوف) (المواقف والمخاطبات) قابل ذکر ہیں۔

۶۔ برنارڈ لوئیس (Bernard Lewise)

اس نے تاریخ اسلام میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور کئی مدارس افریقیہ میں منصب تدریس پر فائز رہا

اس کے علاوہ چند مشہور مستشرقین کے اسمایہ ہیں

۷۔سر ہیملٹن(Sir Hamilton) ۸۔جارج سیل مشہور مترجم قرآن ۹۔مورنس ۱۰۔واٹسن ۱۱۔لیگنیز یو(Lagnayio)

۱۲۔تھامس والکر ۱۳۔ڈیوڈ سیمپول ۱۴۔کارلو ۱۵۔ڈیوڈ سینتر یلانا ۱۶۔ولیم رائٹ ۱۷۔گنڈی

۱۸۔ایڈورڈ گبن ۱۹۔نولڈ یکے ۲۰۔شلوزر

مستشرقین کے ظاہری اور پس پردہ اھداف۔

طوالت مضمون سے بچتے ہوئے صرف خلاصۃ کچھ سطور میں اسکی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

ظاہری اھداف۔

مستشرقین کی ظاہری اھداف یہ ہیں کہ مشرقی علوم وفنون، زبانیں، آداب، ثقافت، تہذیب وتمدن، عقائد خصوصاً عقائد اسلامیہ و شریعۃ کو سمجھنے کیلیئے تگ ودو کرنا تاکہ وہ عوام مشرق کے قریب ہوسکیں اور مشرقی انہیں اپنا ہمدرد وہمنوا سمجھنے لگیں۔

پس پردہ اھداف۔

مستشرق میں ادیان خصوصاً ترویج اسلام کو روکنا۔

مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنا۔

اللہ عزوجل کی الوہیت اور ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

مستقبل میں اسلام کے بارے مایوسی پھیلانا۔

مسلمانوں کو اسلام میں اصلاح اور کامیابی کے لیے لازم قرار دلوانا۔

مستشرقین کی قرآن کی طرف رغبت۔

قرآن پاک جو کہ دین اسلام میں ایک مرکزی ستون کی حیثیت رکھتا ہے لہذا مستشرقین نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلیئے اسے اپنا ٹارگٹ بنایا) کیونکہ قرآن تمام شریعت اسلامیہ کا ماخذ ہے) اور وہ آئے دن اس میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کرنے اور قرآن پاک کے دعوں کو جھوٹا ثابت کرنے کیلیئے سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔

پیغام: ہم اگر اپنے گردنواح کا جائزہ لیتے ہیں تو بہت سے افراد نت نئی مغربی تحقیقوں اور اصلاحات کے دلدادہ نظر آتے ہیں اور انہیں اپنے لیے کامیابی کا معیار سمجھتے ہیں۔حالانکہ مضمون ہذا کو دل کی آنکھیں کھول کر پڑھنے کے بعد یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ ایسے لوگوں کا ان کے جال میں پھنس جانا مستشرقین کے اھداف کی ظاہری کامیابی ہے

لہذا ایسے جدید ریڈمیڈ قسم کے اسکالرز کی چرب زبانی سے ہمیں متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی

شرح مکتوبات شریف (مکتوب پنجم)

حضور محدث زماں علامہ اسحاق نظیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو	فارسی
یہ خط بھی اپنے پیر بزرگوار کی طرف خواجہ برہان الدین کی سفارش اوران کے بعض حالات کے سلسلہ میں لکھا گیا۔ برہان الدین حضرت مجدد صاحب کے مخلص مریدوں سے تھے۔	"در سفارشِ خواجہ برہان الدین کہ یکے از مخلصان بود بابیان بعضے احوال او نیز با پیر بزرگوار خود نوشتہ اند"
تمام خادموں سے چھوٹے (مجدد صاحب) کی عرض یہ ہے کہ۔	"عرضداشت احقر الخدمہ آنکہ"
حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کی طریقت کے بیان میں لکھا گیا رسالہ بھیج دیا ہے نظر مبارک میں آ گیا ہوگا ابھی مسودہ ہے خواجہ برہان جلدی میں روانہ ہو گئے مبیضہ بنانے کی فرصت نہیں تھی (یعنی حضرت مجدد صاحب نے خواجگان نقشبندیہ کے طریقہ کی وضاحت اور فضیلت پر ایک رسالہ لکھا اسکا مسودہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں برہان الدین صاحب کے بدست بھیجا انکو جلدی دہلی جانا تھا اسلئے صاف کر کے نہیں لکھا گیا رف ہی بھیج دیا)۔	"رسالہ در بیانِ طریقت حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم نوشتہ ارسال داشتہ است بنظر مبارک خواہد در آمد ہنوز مسودہ است خواجہ برہان بسرعت راہی شدند فرجہ بیاض آن نشد"
احتمال ہے کہ بعض دوسرے علوم بھی اس کے ساتھ ملحق ہو گئے ہیں۔	"محتمل کہ بعضے علوم دیگر ہم بآن ملحق شوند"
اس دوران ایک دن رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر آیا سُست دل میں خیال آیا کہ حضرت سے عرض کرونگا تا کہ خود اس رسالہ کے بعض علوم کے سلسلہ میں کچھ لکھیں یا فقیر (مجدد صاحب) کو حکم کریں تا کہ اس باب میں لکھے یہ خیال بہت مضبوط ہو گیا ہے (حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے اپنی رباعیات کی تشریح میں ایک رسالہ	"روزے رسالہ سلسلۃ الاحرار بنظر در آمد دران اثناء بخاطر فاتر رسید کہ بایشان عرضداشت بکنم تا خود چیزے در باب بعضے علومِ آن رسالہ نویسند یا بفقیر امر کنند تا چیزے دران باب نویسد این خاطر خیلے قوی گشت"

	لکھا ہے جسکا نام ہے "سلسلۃ الاحرار"۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ سے عرض کرتے ہیں کہ اس رسالہ کی مزید تشریح کی ضرورت ہے یا آپ خود مزید تشریح میں رسالہ لکھیں یا مجھے حکم دیں کہ میں لکھوں اور یہ خیال زیادہ مضبوط ہے کہ مجھے حکم دیں)۔
"حصلِ آن بعضے از علوم ایں مسودہ فائض گشتند وفی الجملہ معذرتِ بعضے علوم آن رسالہ در ضمنِ آن مبیّن گشت اگر ہمیں مسودہ راتکملہ آن رسالہ سازند گنجائش دارد واگر بعضے علوم مناسبہ را از ان انتخاب نمودہ بآن رسالہ ملحق سازند ہم وجہے دارد"	اس دوران کے متصل ہی اس مسودہ (خواجگان کی طریقت والا رسالہ) کے علوم سے بعض علوم کا فیض حاصل ہوا اور کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس رسالہ سلسلۃ الاحرار کے بعض علوم اس رسالہ (طریقت نقشبندیہ) کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں اگر اس (مسودہ در رسالہ طریقت خواجگان) کو اس رسالہ (سلسلۃ الاحرار) کا تکملہ قرار دیں تو بھی ممکن ہے (یعنی اسکی گنجائش ہے) اور اگر اس سے بعض مناسب علوم کا انتخاب کر کے اس رسالہ کے ساتھ شامل کر دیں تو یہ بھی ٹھیک ہوگا۔
"زیارت جرات از ادب دور است"	زیادہ دلیری ادب سے دور ہے (یعنی زیادہ لمبا خط لکھنا بے ادبی ہے اسلئے یہاں ہی ختم کیا جاتا ہے)۔
"خواجہ برہان دریں مدت کار خوب کردند و از سیر سیوم کہ مناسب مقام جذبہ است نیز نصیبے یافتہ"	خواجہ برہان نے اس مدت میں بہت اچھا کام کیا ہے اور تیسری سیر جو جذبہ کے مقام سے مناسب ہے سے کچھ حصہ پالیا ہے (تیسری سیر عن اللہ باللہ ہے جو صرف حرکت علیہ ہے علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف۔ اور جذبہ سیر انفسی کو کہتے ہیں اور سلوک سیر آفاقی ہے۔ اور اس کو تصفیہ اور تزکیہ بھی کہتے ہیں۔ پیر کامل مکمل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی توجہ مرید کے کام کی طرف کرتا ہے کہ اس میں مرید کا اپنا دخل نہیں ہوتا اور پیر کی توجہ سے عالم امر کے لطائف ترقی کر کے اپنے اصل
	میں فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ عالم امر کے لطائف کا تزکیہ اور انکا اپنے اصول میں فنا ہونا اسکو سیر انفسی کہتے ہیں اور یہ ہی جذب ہے اور یہ تربیت حاصل کرنے والے مرید کو مجذوب کہتے ہیں۔ یوں ہی حاشیہ میں ہے۔ اس دور میں جو غیر شرعی حرکات کرنے والے بدمست بے نماز جرائم پیشے لوگوں کو مجذوب کہہ دیا جاتا ہے یہ نہائت ہی غلط ہے ایسے ملنگوں کو طریقت میں مجذوب کہنے کی اجازت نہیں)۔
"خاطر بوسطہ مہم مدد معاش صوبہ مالوہ مشوش وقت میشد در ملازمت رسیدہ اند"	مدد معاش (یعنی معاش کی تلاش) کی مہم کے خیال سے صوبہ مالوہ میں پریشان وقت چلے گئے ہیں اور کسی ملازمت میں پہنچ چکے ہیں (یعنی نوکری اختیار کر لی ہے آپ بھی اسکے لئے دعا فرمائیں کہ منزل بھی ٹھیک رہے اور معاشی حالت بھی بہتر ہو جائے۔
"ہر چہ امر خواہند فرمود مبارک خواہد بود"	جو حکم بھی آپ فرمائیں گے وہی مبارک ہوگا۔

دین کے تین مختلف شعبے

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین اسلام کے تین اہم شعبے ہیں،ان میں سے ہر شعبے کو سمجھنے اور عمل میں لانے سے ہی مکمل طور پر دین میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ادخلو فی السلم کافۃ یعنی اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔(البقرۃ:۲۰۸)۔

دین کے وہ تین شعبے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ سیاسی شعبہ (۲)۔ علمی شعبہ (۳)۔ روحانی شعبہ

ان تینوں شعبوں پر مفصل گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

سیاسی شعبہ: اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد گرامی:

فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسيما

یعنی نہیں! تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کا ہر فیصلہ نہ مان لیں، پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے پر معمولی شک بھی نہ رکھیں اور اس طرح مان لیں جس طرح ماننے کا حق ہے(النساء:۶۵)۔

دوسرے مقام پر اللہ کریم جل شانہ فرماتا ہے:

ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها واذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل ان الله نعما يعظكم به ان الله كان سميعا بصيرا۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت کے حقداروں کو ادا کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے(النساء:۵۸)۔

یہ آیت قرآن مجید کی اہم ترین آیات میں شمار ہوتی ہے اس میں اسلام کے سیاسی نظام کا مکمل ڈھانچہ اور خدوخال مذکور ہیں۔

إنَّ حرف تاکید ہے اس کا معنی ہے بے شک تاکید کرتے ہوئے بات شروع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ بیان ہونے والے حکم کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دی جائے۔

ان اللہ یامرکم (بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے) یامر کا لفظ امر سے بنا ہے۔امر کا معنی ہے حکم دینا۔اسی سے امارۃ بنا ہے یعنی حکمرانی۔حدیث کی کتابوں میں سیاست کے ابواب کو ابواب الامارۃ کہا جاتا ہے۔متحدہ عرب امارات میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔اس آیت میں یامرکم سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی امر اور اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ہے۔اور اس سے اگلی آیت کے الفاظ اطیعوا الرسول سے معلوم ہوتا ہے کہ کلی اختیارات عطا کیے جانے کی وجہ سے اقتدار اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی ہے۔

گویا یوں کہنا چاہیے کہ اقتدار اعلیٰ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے۔اسی یامرکم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امارت اور

سیاست کے احکام اللہ تعالیٰ نے خود عطا فرمائے ہیں۔اب جو شخص بھی ان احکام کی بجائے کوئی دوسرا نظام رائج کرے گا، وہ اللہ اور رسول کی امارت کے مقابلے پر اپنی ذاتی آمریت کا دعویدار ہوگا۔خواہ وہ کسی جرنیل کی طرح شخصی طور پر آمر ہو یا جمہوریت کے نام سے متعدد اشخاص کو اپنی آمریت میں حصہ دار بنالے۔امر کے لفظ میں یہ ساری باتیں پوشیدہ ہیں۔ورنہ اللہ تعالیٰ امر کی جگہ کوئی دوسرا لفظ بھی استعمال فرما سکتا تھا۔جیسا کہ دوسری عبادات اور احکام فرض کرنے کے لیے اس کا طریقہ ہے۔مثلاً کتب علیکم الصیام تم پر روزے فرض کر دیے گئے۔کتب علیکم القتال تم پر جہاد فرض کر دیا وغیرہ۔

یہاں بھی فرما سکتا تھا کہ کتب علیکم ان تؤدو الامانات الی اهلها لیکن یہاں ان الله یامر کم فرما کر انسانی آمریت کی نفی کرنا مقصود تھا اور شرعی امارت کی تاکید منظور تھی۔

ان تودوا الامانات الی اهلها (کہ امانتیں ان کے اہلوں کے سپرد کرو) ان الفاظ میں امانت سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔صحابی کو امانت کے ضائع ہونے کی سمجھ نہ آئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ امانت کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة یعنی جب امارت نااہلوں کے سپرد کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔(بخاری حدیث:۵۹)۔

عورت کی حکمرانی کے بارے میں فرمایا: واذا کانت امراء کم شرار کم و اغنیاء کم بخلاء کم و امور کم الی نساء کم فبطن الارض خیر لکم من ظهرها یعنی جب تمہارے امراء شرارتی ہوں اور تمہارے غنی لوگ بخیل ہوں اور عورتیں تمہاری حکمران ہوں تو تمہارے لیے زندہ رہنے کی بجائے مر جانا بہتر ہے۔(ترمذی حدیث:۲۲۶۶)۔

واضح ہو گیا کہ بہترین حکمران کا انتخاب اور ووٹ کا صحیح استعمال اہل اسلام پر لازم ہے اور یہ اس امانت کی پہلی شق ہے جسے اللہ کریم نے سورۃ النساء میں بیان فرمایا ہے۔امانت کی ادائیگی کے دوسرے بے شمار پہلو ہیں مثلاً۔

(۱)۔حکمرانوں کا اپنی رعایا کے حقوق ادا کرنا، (۲)۔رعایا کا اپنے حکمرانوں کے حقوق ادا کرنا، (۳)۔عام امانتوں کی ادائیگی (۴)۔ہر شخص کی رعایا کا ہونا اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جانا، (۵)۔صوفیا کا اپنی ذات کو خدا کی امانت سمجھتے ہوئے اسے اللہ کے سپرد کر کے اپنی نفی کرنا وغیرہ۔لیکن یہ ساری تفصیلات اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔

اسلامی سیاست سنتِ انبیاء ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی و انه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء

یعنی بنی اسرائیل میں سیاست کا کام انبیاء کرتے تھے۔جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا تھا، مگر اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور اب خلفاء ہوں گے۔(مسلم حدیث:۴۷۷۳، بخاری حدیث:۳۴۵۵، ابن ماجہ حدیث:۲۸۷۱)۔

الغرض اسلامی حکومت کا قیام مندرجہ ذیل وجہ سے ضروری ہے۔

۱۔ انسانی فلاح کے لیے انسان کا اپنا بنایا ہوا نظام نہیں بلکہ خدا کا دیا ہوا نظام ضروری ہے۔

۲۔ اسلامی حکومت کا قیام غیر مسلموں کو اسلام کی موثر تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

۳۔ ملک میں شرعی احکام اور قوانین کا نفاذ، اسلامی حکومت کے قیام پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:و من لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الکافرون۔

جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہ لوگ کافر ہیں۔(المائدہ ٤٤)،ومن لم يحكم بما انزل الله فأولئك هم الظالمون جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہ لوگ ظالم ہیں۔(المائدہ:۴۵)، ومن لم يحكم بما انزل الله فأولئك هم الفاسقون جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہ لوگ فاسق ہیں۔(المائدہ:۴۷)

ملک کے اندر عوام کی فلاح و بہبود پر توجہ دینا، اسلامی نظام کا نفاذ، حدود و تعزیرات کا اجراء اور بین الاقوامی سطح پر سفارتی تعلقات، تجارت اور جہاد وغیرہ سب حکومت کی ذمہ داریاں ہیں۔حکومت کو عوامی اصلاح کی خاطر ڈنڈا استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

علمی شعبہ: قرآن وسنت کی روشنی میں حالات حاضرہ کے مطابق اسلامی قانون کو مرتب کرنا اور جدید مسائل کا حل پیش کرنا، حکومت کو علمی راہنمائی فراہم کرنا، عوام الناس کو تعلیم دینا اور مزید ذمہ دار علماء تیار کرنا علماء کی ذمہ داری ہے۔محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریر، تدریس اور تحریر تینوں طریقوں سے اپنی امت کی تربیت فرمائی ہے۔

وعظ اور تقریر کے ذریعے تبلیغ: اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا:ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجیے، حکمت کے ذریعے اور اچھے وعظوں کے ذریعے اور ان سے احسن طریقے سے بحث کیجیے۔(النحل:۱۲۵)

نبوت کے ابتدائی ایام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین یعنی اے حبیب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے (الشعراء:۲۱۴)۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تمام قریش کو جمع کر کے خطاب فرمایا:

يا معشر قريش اشتروا انفسكم لا اغني عنكم من الله شيئا يا بني عبدمناف لا اغني عنكم من الله شيئا يا عباس بن عبد المطلب لا اغني عنكم من الله شيئا و يا صفية عمة رسول الله لا اغني عنك من الله شيئا و يا فاطمة بنت محمد ما شئت من مالي لا اغني عنكم من الله شيئا (بخاري حديث:٢٧٥٣)

ترجمہ:اے قریش کے گروہ تم لوگ اپنے ذمہ دار خود ہو، اللہ کے سامنے میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں، اے بنی عبد مناف اللہ کے سامنے میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں، اے عباس بن عبدالمطلب اللہ کے سامنے میں آپ کا ذمہ دار نہیں ہوں، اور اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ اللہ کے سامنے میں آپ کا ذمہ دار نہیں ہوں، اور اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو مگر اللہ کے سامنے میں آپ کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے طویل ترین خطاب فرمایا جسکی طوالت دنیا میں ایک ریکارڈ ہے:

عن عمرو بن الاخطب الانصاري ﷺ قال صلى بنا رسول الله ﷺ الفجر و صعد المنبر فخطبنا ، حتى حضرت الظهر ،فنزل فصلى ثم صعد المنبر ، فخطبنا حتى حضرت العصر ،ثم نزل فصلى ، ثم صعد المنبر فخطبنا ، حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان و بما هو كائن ، فاعلمنا احفظنا(مسلم حدیث:۷۲۶۷)۔

ترجمہ:حضرت عمرو ابن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی اور

منبر پر تشریف لے گئے، ہمیں خطاب فرمایا حتی کہ ظہر کا وقت آ گیا، آپ منبر سے اترے اور نماز ادا فرمائی، پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے، پھر ہمیں خطاب فرمایا حتی کہ عصر کا وقت آ گیا، پھر منبر سے اترے اور نماز ادا فرمائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا حتی کہ سورج غروب ہو گیا، پس آپ نے ہمیں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کچھ بتا دیا ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے وہ خطبہ زیادہ سے زیادہ یاد رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار خطابات میں خطبہ حجۃ الوداع کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس خطبے کی عظمت کو غیر مسلم بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع ملاحظہ کیجیے۔

ان دماء کم و اموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا ، فی شهر کم هذا فی بلد کم هذا ،الا کل شئی من امر الجاهلية تحت قدمی موضوع ، و دماء الجاهلية موصوعة ، وا ن اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث ،(کان مسترضعا فی بنی سعد فقتله هذيل) وربا الجاهلية موضوع و اول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانه موضوع کله ، فاتقوا الله فی النساء ،فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله ، ولکم عليهن ان لا يوطئن فرشکم احدا تکرهونه فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليکم رزقهن و کسوتهن بالمعروف ، وقد ترکت فيکم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به ، کتاب الله وانتم تسالون عنی فما انتم قائلون؟ قالوا نشهد انك قد بلغت وادیت و نصحت ،فقال باصبعه السبابة يرفعها الی السماء و ينکتها الی الناس ، اللهم اشهد ،ثلث مرات ،(وفی رواية ابی بكرة قال فلا ترجعوا بعدی ضلالا يضرب بعضکم رقاب بعض الاهل بلغت قالوا نعم قال اللهم اشهد فليبلغ الشاهد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع)

ترجمہ: تمہارے خون اور تمہارے مال آج کے دن کی عظمت کی طرح اس مہینے میں اور اس شہر میں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ آج جہالت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ زمانہ جہالت کی دشمنیاں ختم کر دی گئی ہیں۔ سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں عباس ابن مطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، اللہ نے انہیں تمہاری پناہ میں دیا ہے اور اپنے کلام کے ذریعے ان کی شرم گاہیں تمہارے لیے حلال کی ہیں۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی اور کو نہ سُلائیں۔ اگر وہ ایسی حرکت کریں تو انہیں ضرورت کے مطابق محتاط سزا دو۔ عورتوں کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھے طریقے سے کھانا اور لباس دو۔ میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر اس پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ قیامت کے دن اللہ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تو کیا جواب دو گے؟ سب نے جواب دیا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک احکام پہنچا دیے، تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور بھلائی کی انتہا کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی، اسی انگلی سے لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا اور فرمایا اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔ اے لوگو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردن مت مارنے لگنا۔ بتاؤ، کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ سب نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان تک میرا پیغام پہنچا دیں جو غیر حاضر ہیں۔ کتنے ہی سننے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ سنی ہوئی بات آگے بتاتے ہیں تو اگلا ان سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔ (مسلم حدیث:۲۹۵۰، ابوداؤد حدیث:۱۹۰۵، ابن ماجہ حدیث:۳۰۷۴، سنن الدارمی حدیث:۱۸۵۶)

تدریس کے ذریعے تبلیغ: خطابات اور تقاریر کے بعد تدریسی طریقہ تعلیم کی باری آتی ہے۔ حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اجتماعی اور

انفرادی طور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر محنت فرمائی۔ قرآن مجید کی تعلیم دینا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے اغراج ومقاصد میں سرفہرست شامل ہے۔

اللہ کریم جل شانہ فرماتا ہے :ھوا لذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۔یعنی وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے عظمت والے رسول کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں ۔اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔(الجمعہ:۲)

مندرجہ ذیل احادیث میں تدریس کا ذکر ہے :عن عبداللہ بن عمر وان رسول اللہ ﷺ مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھولاء فیدعون اللہ و یرغبون الیہ فان شاء منعھم واما ھولاء فیتعلمون الفقہ والعلم و یعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما قال ثم جلس فیھم '(ابن ماجۃ:۲۲۹، سنن الدارمی :۳٤۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہ دونوں اچھا کام کر رہے ہیں، ان میں سے ایک محفل دوسری محفل سے اچھی ہے، ایک محفل والے اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہوں اور اس کی طرف رغبت رکھتے ہیں مگر اللہ کی مرضی ہو تو انہیں عطاء کردے اور اس کی مرضی ہو تو عطاء نہ کرے، جبکہ دوسری محفل والے فقہ اور علم سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں، اس محفل والے افضل ہیں، میں معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس محفل والوں کے پاس بیٹھ گئے۔

و عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال علمنا رسول اللہ ﷺ التشھد کما یعلمنا السورۃ من القران ۔

(مسلم حدیث: ۸۹۷، بخاری حدیث : ۸۳۱، ابوداؤد حدیث : ۹٦۸، ترمذی حدیث : ۱۱۰۵، نسائی حدیث : ۱۱٦۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تشہد اس طرح سکھایا جس طرح قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کما یعلمنا السورۃ من القران

(بخاری حدیث: ٦۳۸۲، ترمذی حدیث : ٤۸۰، ابوداؤد حدیث :۱۵۳۸ نسائی حدیث :۳۲۵۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اہم کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

عن عمرو بن میمون الاودی قال کان سعد یعلم ھولاء الکلمات کمال یعلم المعلم الغلمان الکتابۃ و یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ منھن دبر الصلاۃ اللھم انی اعوذبک من الجبن واعوذبک ان ارد الی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا واعوذبک من عذاب القبر (بخاری حدیث:۲۸۲۲)

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت سعد یہ دعا اپنے بیٹوں کو اسطرح سکھایا کرتے تھے جس طرح استاد اپنے شاگردوں کو کتابت کی تعلیم دیتا ہے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کلمات کے ذریعے نماز کے بعد اللہ کی پناہ مانگتے تھے :اللھم انی اعوذبک من الجبن واعوذبک ان ارد الی ارذل العمر واعوذبک من فتنۃ الدنیا واعوذبک من عذاب القبر۔

عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه انه قال لرسول الله ﷺ علمنی دعاء ادعو به فی صلاتی قال قل اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و لا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك و ارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔(بخاری حدیث:۸۳٤)

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی دعا سکھایئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا پڑھا کرو: اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرةمن عند ك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم

سوالات کرنے کی اجازت دینا اور پھر سوالوں کے جوابات دینا بھی نہایت اہم طریقہ تعلیم ہے۔

عن انس بن مالك رضی الله عنه ان النبی ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظهر فلما سلم قام علی المنبر فذکر الساعة و ذکر ان بین یدیها امورا عظاما ،ثم قال من احب ان یسئال عن شئی فلیسئل عنه فوالله لا تسئلونی عن شئی الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا قال انس فاکثر الناس البکاء و اکثر رسول الله ﷺ ان یقول سلونی قال انس فقام الیه رجل فقال این مدخلی یا رسول الله قال النار ، فقام عبدالله بن حذافة ،فقال من ابی یارسول الله ، قال ابوك حذافة ، قال ثم اکثر ان یقول سلونی سلونی ،قال فبرك عمر علی رکبتیه فقال رضینا بالله ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولا، قال فسکت رسول الله ﷺ حین قال عمر ذالك ثم قال النبی ﷺ اولی ، والذی نفسی بیده لقد عرضت علی الجنة و النار انفا فی عرض هذا الحائط و انا اصلی ،فلم ار کالیوم فی الخیر و الشر۔ (بخاری حدیث:۷۲۹۴، مسلم حدیث:۶۱۲۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سورج ڈھلنے کے وقت نکلے اور ظہر ادا فرمائی، جب سلام پھیرا تو منبر پر کھڑے ہوگئے، پھر قیامت کا ذکر فرمایا اور بیان فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے معاملات ہوں گے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہے پوچھ سکتا ہے۔ اللہ کی قسم تم جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرو گے میں یہاں کھڑے کھڑے جواب دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کثرت سے رونے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بار بار فرماتے جا رہے تھے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم۔ پھر عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوگئے اور کہا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کثرت سے فرماتے رہے، مجھ سے پوچھ لو مجھ سے پوچھ لو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے۔ اور عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں، اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں، اور محمد کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ جب حضرت عمر نے یہ بات عرض کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خاموش ہوگئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اچھا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ابھی ابھی جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس احاطے کے اندر میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئیں، آج کی طرح میں نے کبھی خیر اور شر نہیں دیکھے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطبا ونلت السعد من مولی الموالی

تحریر کے ذریعے تبلیغ: تدریس کے بعد تحریری طریقہ تعلیم کا نمبر آتا ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جب بھی کوئی سورت یا آیت نازل ہوئی تھی تو آپ اسے اپنے کاتب کے ذریعے فوراً لکھواتے تھے مثلاً:

عن ابی اسحاق قال سمعت البراء رضی الله عنه یقول لما نذلت (لا یستوی)القاعدون من المومنین دعا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم زیدا فجاء بکتف فکتبها (بخاری حدیث :۲۸۳۱)

ترجمہ: حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قرآن کی آیت (لا یستوی القاعدون من المومنین) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتابت کے لئے بلایا تو وہ اونٹ کے کندھے کی چوڑی ہڈی لے کر آ گئے اور اس آیت کو لکھا۔

عن سالم ابی ابی النضرن عبد الله بن ابی وفی کتب فقراته ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم قال اذا لقیتموهم فاصبرو (بخاری شریف حدیث:۲۸۳۳)

ترجمہ: حضرت سالم فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی وفی رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھی اور میں نے اسے پڑھا، اس میں لکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب تم جہاد کرو تو ثابت قدم رہو۔

عن ابی هریره ان خزاعة قتلوا رجلا من بنی لیث عام فتح مکة بقتیل منهم قتلوه فاخبر بذلك النبی صلی الله تعالی علیه واله وسلم فرکب راحلته فخطب فقال ان الله حبس عن مکة القتل و سلط علیهم رسول الله ﷺ والمومنین الا و انها لم تحل لاحد قبلی و لم تحل لا حد بعدی الا و انها حلت لی ساعة من نهار الا و انها ساعتی هذه حرام لا یختلی شوکها و لا یعضد شجرها و لا تلتقط ساقطتها الا لمنشد فمن قتل فهو بخیر النظرین اما ان یعقل و اما ان یقاد اهل القتیل فجا رجل من اهل الیمن فقال اکتب لی یارسول الله فقال اکتبو الابی فلان (بخاری شریف :۱۱۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مکہ شریف کی حرمت کے بارے میں مکمل خطاب فرمایا، بعد میں یمن کے ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ یہ خطبہ مجھے لکھ دیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ اس آدمی کو لکھ کر دے دو۔

عن ابی جحیفة قال قلت لعلی بن ابی طالب هل عندکم کتاب قال لا الا کتاب الله او فهم اعطیه رجل مسلم او ما فی هذه الصحیفة قال قلت فما فی هذه الصحیفة قال العقل و فکاك الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر ۔(بخاری حدیث:۱۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کچھ لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے، میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: دیت کے احکام لکھے ہوئے ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام لکھے ہوئے ہیں اور یہ لکھا ہوا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو لکھ لیتے تھے۔

عن وهب بن منبه عن اخیه قال سمعت ابا هریرة یقول ما من اصحاب النبی احد اکثر حدیثا عنه منی الا ما کان من عبدالله بن عمر و فانه کان یکتب ولا اکتب (بخاری حدیث:۱۱۳)

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے بھی مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہیں کیں، سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں زبانی یاد کر لیتا تھا۔

عن عبدالله بن عمر و رضی الله عنهما قال کنت اکتب کل شئی اسمعه من رسول الله ﷺ ارید حفظه ،فنهتنی قریش ، و قالوا تکتب کل شئی سمعته من رسول الله ﷺ و رسول الله ﷺ بشر یتکلم فی الغضب و الرضاء فامسکت عن الکتاب ، فذکرت ذالك لرسول الله ﷺ فاوما باصبعه الی فیه ، و قال اکتب فوالذی نفسی بیده ما خرج منه الا حق ۔(ابو داؤد حدیث :٣٦٤٦، دارمی حدیث :٤٨٨)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ہر چیز سن کر لکھ لیتا تھا۔میرا ارادہ زبانی یاد کرنے کا ہوتا تھا۔قریش کے کچھ بزرگوں نے مجھے منع فرمایا۔کہنے لگے تم جو کچھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنتے ہو ہر چیز لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بشر ہیں،آپ ناراضگی اور رضا کی حالت میں گفتگو فرماتے ہیں۔میں لکھنے سے باز آ گیا۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی انگلی سے دھن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:لکھا کر،قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے،اس میں سے حق کے سواء کچھ نہیں نکلتا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مختلف بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے مثلاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قیصر روم کے نام یہ خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحیم

من محمد عبدالله ور سوله الی هرقل عظیم الروم ، سلام علی من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوك بداعیة الاسلام ،اسلم تسلم واسلم یوتك الله اجرك مرتین وان تولیت فعلیك اثم الاریسیین و یااهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله و لا نشرك به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔(مسلم حدیث :٤٦٠٧، بخاری حدیث :٢٩٤١، ترمذی حدیث :٢٧١٧)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کی طرف۔سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کو قبول کیا۔اس کے بعد،میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے۔اسلام لے آؤ گے تو اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔اگر منہ پھیرو گے تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تمہارے ذمے ہوگا اور اے اہلِ کتاب!اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔اور نہ ہی کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے۔پھر اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو کہو کہ ہمارے مسلمان ہونے پر گواہ رہو۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر آیت علماء کا کام زبان سے تبلیغ کرنا ہے۔حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:العالم یعظ بالعلم و الادب و الجاهل یعظ بالضرب و الغضب یعنی عالم علم وادب سے وعظ کرتا ہے اور جاہل آدمی مار پیٹ اور سخت کلامی سے کام لیتا ہے۔(سرالاسرار:۸۴)

روحانی شعبہ:لوگوں کی نیت کو درست کرنا،اعمال میں اخلاص پیدا کرنا اور اخلاق کو درست کرنا صوفیاء کی ذمہ داری ہے اور اس حد تک روحانی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے.و ما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین حنفاء یعنی ان لوگوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی

عبادت کریں صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کر کے بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر (البینہ:۵)

حدیث پاک میں ہے کہ اعمال کا دارومدار ہی نیت پر ہے **انما الاعمال بالنیات** (بخاری حدیث:۱، مسلم حدیث:۴۹۲۷) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ میری بعثت کا مقصد ہی اخلاق کو اپنی انتہا تک پہنچانا ہے **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** (مؤطا امام مالک حدیث رقم:۸ من کتاب حسن الخلق)۔ان ساری باتوں کا تعلق نفس کی اصلاح سے ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: قد افلح من تزکی بلاشبہ وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔(الاعلیٰ:۱۴)

روحانی طریقہ تبلیغ کا تعلق نگاہ اور توجہ سے ہے۔محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ان گنت معجزات اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کی کرامات اسی شعبے سے متعلق ہیں۔

اسلام کی پہلی روحانی درس گاہ: صفہ:۔ روحانی تبلیغ کے لیے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صفہ نامی چبوترے کا انتخاب فرمایا جہاں مختلف اوقات میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مختلف تعداد قیام پذیر رہی۔قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اصحاب صفہ کا ذکر اور ان کے حالات تفصیل سے مذکور ہیں۔اس کتاب کے صفحہ ۳۰ پر اصحاب صفہ کی مکمل تفصیل گزر چکی ہے۔

رب راضی تو سب راضی:۔ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور قرآن کے نزول کا مقصد بھی توحید خداوندی سے آشنا کرنا ہے (ابراہیم:۵۲ کا حاصل) اور حدیث پاک میں ہے کہ من اصلح فیما بینہ و بین اللہ اصلح اللہ فیما بینہ و بین الناس یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق درست کر لیا، اللہ تعالیٰ مخلوق کیساتھ بھی اس کا تعلق درست کر دے گا۔(کنز العمال حدیث:٤٣١٦٦)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تصوف دین کے تمام شعبوں پر حاوی اور غالب ہے،اس لئے کہ جسکی لائن اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیدھی ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے تمام معاملات کو درست فرما دیتا ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ:عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من قلب ابن آدم بکل واد شعبۃ فمن اتبع قلبہ الشعب کلھا ، لم یبال اللہ بای واد اھلکہ ومن توکل علی اللہ کفاہ التشعب (ابن ماجۃ حدیث:٤١٦٦)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بے شک آدم کے بیٹے کے دل میں ہر وادی کی ایک گھاٹی موجود ہوتی ہے، جس کا نفس ان تمام گھاٹیوں کے پیچھے چلتا رہے تو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں خواہ کسی بھی وادی میں اسے ہلاک کر دے، اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام گھاٹیوں کے معاملے میں اس کی کفایت فرماتا ہے۔

کتب حدیث میں مندرجہ ذیل ابواب خالصتاً تصوف ہی سے متعلق ہیں۔

باب الحب فی اللہ ، کتاب الرقاق ، کتاب الاخلاق ، باب زیارۃ القبور، ذکر اللہ و التقرب الیہ ، باب فضل الفقراء ، باب الصبر و التوکل ، باب الریاء و السمعۃ ، باب البکاء و الخوف، باب الکرامات ، باب المعجزات۔

حکومت ڈنڈے سے اصلاح کرتی ہے،اس کی مثال ایسے ہے جیسے بادام کا بیرونی سخت خول۔علماء زبان اور تحریر سے اصلاح کرتے ہیں،اس کی مثال ایسے ہے جیسے بادام کے مغز کے اوپر والا سرخ چھلکا۔صوفیاء نگاہ سے اصلاح کرتے ہیں،تصوف کی مثال ایسے ہے جیسے بادام کا سفید مغز۔

مقبول بارگاہ صوفی محمد مقبول علیہ الرحمہ

جناب صوفی اللہ رکھا چودھری صاحب (پی ایچ ڈی سکالر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم (دوسری قسط)

شادی کے کچھ سال بعد اللہ تعالیٰ نے صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹی عطا کی۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تمام خاندان والوں کو بیٹی کی پیدائش پر بڑی خوشی ہوئی۔اور اُس کا نام کنیز فاطمہ رکھا۔تقریباً سات سال بعد صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت بیٹا عنایت فرمایا۔بیٹے کا نام پوچھنے کے لئے اپنے پیرو مرشد حضور شہنشاہ لاثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور بیٹے کی پیدائش کا مژدہ سنایا اور نام دریافت کیا۔حضور نے دو نام ''محمد حسین'' اور ''محمد حسن'' فرمائے۔صوفی صاحب نے اپنے بیٹے کا نام محمد حسین رکھا۔تین چار سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا بیٹا دیا تو اس کا نام محمد حسن رکھا جو بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔اس حوالے سے مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انوار لاثانی میں رقمطراز ہیں۔

> ''میرے (مؤلف کے) والد ماجد بھی ، میری پیدائش پر (میرا) نام پوچھنے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے،حضور نے دو نام ارشاد فرمائے تھے محمد حسین، محمد حسن، چنانچہ میری ولادت سے تین چار سال بعد محمد حسن پیدا ہوئے جو شیر خوارگی ہی میں فوت ہو گیا۔'' (10)

صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹی سے بہت محبت کرتے تھے۔انہوں نے بیٹی کی تربیت بہت ہی اچھے طریقے سے کی۔وہ دین کی سوجھ بوجھ اور گھر گرہستی کو چلانا بھی اچھی طرح جانتی تھیں۔وہ اسم بامسمیٰ تھیں۔بڑی ہو کر انہوں نے حضرت فاطمہ کی کنیز ہونے کا حق ادا کیا۔وہ بڑی نیک اور عبادت گزار تھیں۔قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر و اذکار آخری دم تک ان کی روٹین رہی۔ہم نے بچپن سے ہی ان کو بچوں کو دم کرتے دیکھا ہے۔جب بھی شام کو کوئی بچہ روتا تو کہتے کہ جاؤ ''آپاں جی'' سے دم کروالاؤ۔وہ انتہائی ہمدرد، درد دل رکھنے والی، غریب پرور اور غریب و امیر میں بغیر فرق کیے خدمت کرنے والی خاتون تھیں۔جناب سعید محمد عامر آسوی اپنی کتاب ''قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ'' میں لکھتے ہیں:۔

> ''حضور مفکرِ اسلام قدس سرہ کے خاندان میں بکثرت صالحین وکاملین ہوئے۔آپ کے والدین کریمین علیہما الرحمہ ولی، ہمشیرہ محترمہ (جو آپ سے سات سال بڑی تھیں) نہایت عبادت گذار اور مستجاب الدّعوات، اہلیہ محترمہ از حد نخیہ و عابدہ و زاہدہ اور دین کی بلند نظر مبلغہ۔۔۔۔۔۔'' (11)

صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی کنیز فاطمہ کی شادی رانا محمد صدیق سے کی۔اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بیٹیاں اور ایک بیٹا عطا

کیا۔رانا محمد صدیق کی وفات کے کچھ دیر بعد ہوگئی۔اور وہ جوانی میں ہی بیوہ ہوگئیں۔پروفیسر محمد حسین آسی مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہن سے اسرار کیا اور وہ پھگواڑی تشریف لے آئیں اور باقی زندگی یہیں گذار دی۔ان کی بیٹیاں اپنے اپنے گھر آباد ہیں اور بیٹا صاحبزادہ پیر عطاالحق صاحب جناب مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کا جانشین بن کر ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا فرض ادا کر رہا ہے۔آپا جی کا وصال ۔۔ 20ء کو ہوا۔مفکرِ اسلام رحمۃ اللہ علیہکے مزار کے چند قدم مشرق کی طرف ان کی اہلیہ محترمہ اور بہن صاحبہ کا مزار ہے۔

صوفی محمد مقبول صاحب اور حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہا

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہونہار بیٹے سے بے حد پیار کرتے تھے۔انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم کی بنیاد مضبوط بنیادوں پر رکھی۔اور ایمان کی حفاظت کے لئے اس کی راہنمائی کرتے ہوئے حضرت پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری کی بیعت اپنی زندگی میں ہی کرادی۔پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نعت لکھنے کا شوق اپنے والدِ محترم کی طرف سے منتقل ہوا۔بعد میں جب وہ نویں کلاس میں ڈی بی ہائی سکول شکر گڑھ میں داخل ہوئے۔تو وہاں ان کو علاقے کے نامور بدیہہ گوشاعر مولانا نور عالم خالد کی شاگردی کا موقع ملا۔اُس دور میں ہیڈ ماسٹر چوہدری غلام حسن طور بھی بلند پایہ شاعر تھے وہ بھی آپ پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔اوج نعت کے ایک مضمون میں پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

> ”ڈی بی ہائی سکول شکر گڑھ میں داخل ہوا تو علاقے کے نامور بدیہہ گوشاعر مولانا نور عالم خالد مرحوم کے سامنے زانوئے تلمیذ کرنے کا اتفاق ہوا ان کی شاعری کے وسیع میدان میں نعت کی گونج زیادہ تھی سکول کے ہیڈ ماسٹر چوہدری غلام حسن طور بھی بلند پایہ شاعر تھے ان دو حضرات نے مجھ پر خصوصی نظر لطف رکھی۔(12)

پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نویں جماعت میں پڑھتے تھے جب ان کے والد محترم بیمار ہوگئے۔پھر ان کے وصال کے وقت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے میٹرک کا امتحان دیا ہوا تھا۔نتیجہ کا اعلان ان کے وصال کے بعد ہوا۔انہوں نے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں ایف اے میں داخلہ لے لیا۔شہنشاہ ولایت حضرت پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری کی خاص نظرِ رحمت سے ایف اے میں لاہور بورڈ میں ایک نمبر کم ہونے کی وجہ سے سیکنڈ پوزیشن آئی۔اس حوالے سے جناب مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

> ”میں نے 1956ء میں میٹرک کا امتحان دیا تو نتیجہ نکلنے سے قبل والد ماجد واصل بحق ہوگئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)اب میری تربیت بلا واسطہ اس عظیم و کریم شخصیت سے وابستہ ہوگئی جس کی حلقہ ارادت میں وہ خود مجھے بھی داخل کرا چکے تھے۔یعنی سیدی و مرشدی شہنشاہِ ولایت پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی (قدس سرہ النورانی) کی نگاہ کرم سے جناح اسلامیہ کالج میں حصول تعلیم کے

دوران بڑا سکون رہا۔ رہائشی مسائل نے ستایا نہ تعلیمی مشکلات نے دبایا۔ 1958ء میں ایف اے کا نتیجہ آیا تو میں لاہور بورڈ جو اس وقت (کراچی کے سوا) تقریباً سارے مغربی پاکستان پر محیط تھا میں ایک نمبر سے سیکنڈ آیا مگر خاص عنایت یہ تھی کہ جذبہ عشق کے ذریعے مختلف قسم کے فکری طوفانوں میں شمع ایمان گل نہ ہونے دی۔" (13)

پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو والد گرامی کی موت کا بڑا دکھ ہوا۔ انہوں نے اس وقت ہی پختہ تہیہ کرلیا کہ پڑھ لکھ کر اپنے والد گرامی اور مرشدِ پاک کے مشن کو آگے بڑھاؤں گا۔ صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی اعتبار سے بڑا مقام ہے۔ اسی طرح مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کی تقلید کرتے ہوئے اپنے مرشد پاک سے تعلق بڑھایا۔ اپنے والد کے مشن کو سامنے رکھتے ہوئے مخلوق خدا کی راہنمائی کی اور تحریریں لکھ کر قلمی جہاد کیا۔ ویسے تو مسلمانوں میں لاکھوں گنوں کے وارث ہزاراں ادیب ہوئے جنہوں نے اپنے وسیبی اور دینی مسائل کی سودھ سنبھال، سماجی، مذہبی اور روحانی قدروں کی حفاظت کے لئے ایسی تحریریں سامنے لائے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امر ہو گئیں۔ اور ساتھ ہی وہ لکھنے والے بھی امر ہو گئے۔ معروف لکھاری محمد طفیل اپنی کتاب "محمی" میں اس حقیقت کو ان خوبصورت الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

"جن لوگوں نے انسانوں پر حکمرانی کی وہ بادشاہ وقتی تھے۔ جنہوں نے حکمرانی اپنے قلم سے کی وہ دائمی زندگی پا گئے۔ ساری دُنیا میں غالب کی سوسالہ برسی منائی گئی۔ ساری دنیا میں امیر خسرو کی چھ سوسالہ برسی منائی۔ ساری دنیا میں علامہ اقبال کا سوسالہ جشن ولادت منایا گیا۔ مگر مجھے بتایئے کہ کیا جلال الدین اکبر اور نورالدین جہانگیر کی برسی منائی جاتی ہے" (14)

ایک اور جگہ پر مصنفوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"داتا گنج بخش کشف المحجوب کے مصنف، امام غزالی کیمیائے سعادت کے مصنف، مولانا روم مثنوی کے مصنف، یہ سب کے سب اگر اپنے اپنے وقت میں منبع رشد وہدایت تھے تو اُن کی تصانیف آنے والی نسلوں کے لیے بھی سرمایہء رحمت بنیں۔ گویا زندگی کو دائمی زندگی تحریروں نے بخشی" (15)

مطلب یہ ہے کہ تحریریں لکھنے والے کی وجہ سے اور مصنف اپنی تحریر وتخلیق کی وجہ سے زندہ رہتا ہے۔ جس طرح اچھی تحریریں کبھی ختم نہیں ہوتیں ایسے ہی اچھے مصنف بھی کبھی نہیں مرتے اسی لئے بابے بُلھے شاہ نے فرمایا تھا:

بُلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور

مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات اور ان کے رسائل وکتب جو انہوں نے لکھ کر تحریری جہاد کیا ہے۔ ان کی وجہ سے وہ امر ہو گئے ہیں۔ شکر گڑھ کی دھرتی اس لحاظ سے بڑی قسمت والی ہے جس پر روحانی ہستیاں اور مصنف رہتے ہیں جنہوں نے اپنی لکھی ہوئی کتابوں اور روحانی خدمات کی وجہ سے دوام حاصل کیا ہے۔

ملفوظات حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

مرتبہ: حضرت علامہ ممنون احمد آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ توحید اسلام کا اولین عقیدہ ہے۔ اس کی رو سے ساری کائنات کا خالق اور مالک حقیقی ایک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ اسماء میں اور نہ افعال واوامر میں۔

بیاں میں نقطہ توحید تو آ سکتا ہے　　　تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

☆ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور جب ایمان لے آؤ تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا رسول ہونے کے ناطے انہیں سب انسانوں سے سے زیادہ قابل ادب واحترام اور لائق تعظیم وتکریم سمجھو۔ پھر جب تم نے محبوب خدا کا احترام سیکھ لیا تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا حکم مانو اور ان کا سب سے اہم حکم یہ ہے کہ اپنے رب کی بندگی اختیار کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح وتہلیل کرتے رہو۔

☆..... رسالت پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اس شان سے رسول مانا جائے جو شان اللہ تعالیٰ نے ان کو دے کر بھیجا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بھیجا ہوا تو مان لیا جائے مگر جس شان وشوکت کے ساتھ بھیجا ہے اس کا انکار کیا جائے تو دراصل یہ بھی رسالت کا ہی انکار ہے۔

☆..... خدائے واحد و یکتا کی معرفت ہی سب سے اہم ہے اور تمام فکری اور عملی صورتوں کا منبع مگر اس کی راہ محض عقل یا فلسفہ سائنس نہیں۔ اس کا ذریعہ اصل میں اللہ کے انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔

☆..... بغض رسول کے بیمار سچے دل سے قرآن کو مانتے ہی نہیں، ان کے اندھے دل جس قسم کے الٹے سیدھے باغیانہ ومنافقانہ تصورات پر جم جاتے ہیں وہی ان کے عقائد بن جاتے ہیں۔

☆ .. حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے جو عرفان الٰہی میسر آ سکتا ہے اس کا کروڑواں حصہ بھی عبادت وریاضت سے میسر نہیں آ سکتا۔

☆ .. نبوت تو محض خداداد ہوتی ہے اس میں کسب وجد وجہد کا دخل نہیں ہوتا۔ تاہم نبی نہ ہو کر بھی نبی کے وسیلے سے خدا کو راضی کر کے انسان بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے۔

☆ ... نبی کا علم غیب اس کی نبوت کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے علم غیب، بلکہ اس کے موجود ہونے کی بھی دلیل ہوتا ہے۔ نبی بظاہر لکھا پڑھا نہ ہونے کے باوجود جب کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے تو عقل اس کی توجیہ کے سوا کیا کر سکتی ہے۔

☆..... جس کا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے جتنا تعلق ہوگا وہ اتنا ہی طاقتور ہوگا اور جتنا دور ہوگا اتنا ہی کمزور ہوگا۔

انبیاء کرام علیہم السلام ہوں یا اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب کی طاقتوں کا دارومدار قرب خداوندی پر ہے۔ پھر یہ قرب اور علم وعرفان خداوندی لازم وملزوم ہیں۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ کا جتنا قرب میسر ہے اتنا ہی اسے علم وعرفان حاصل ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کا جتنا علم وعرفان حاصل ہے اسے اتنا ہی قرب حاصل ہے۔ اب اس آیت پر غور فرمائیں جو اولیاء اللہ کی منقبت میں ہے۔ ترجمہ

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔

☆ ...حدیث کا انکار کر کے بندہ نا اہل قرآن تو ہو سکتا ہے اہل قرآن نہیں۔

☆ ... کتنی عجیب بات ہے کہ محبوبان خدا کے منکرین اپنی نام نہاد فہم قرآنی کے زور سے معاذ اللہ خداوند قدوس کو دھوکہ باز، مستقبل سے جاہل، ہنسی مذاق کرنے والا کہہ لیں مگر ان کا ایمان برقرار ہے۔ اور محبوبان خدا کے محبّ اپنے خدا کو سبوح، بے عیب، قادر مطلق، عالم الغیب، لاشریک، مالک الملک جانتے ہوئے بھی محبوبان خدا کو دوسروں کا مشکل کشا سمجھ لیں یا نہیں داتا اور خواجہ بھی کہہ لیں تو مشرک ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے انکار اور دشمنی سے انسان کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور نتیجتاً تمام مفید سوجھ بوجھ اس سے نکل جاتی ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

ترجمہ: اللہ نے ان کے کانوں اور دلوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

☆ ... اللہ تعالیٰ کے کروڑوں اربوں درود وسلام ہوں ہمارے حاجت روا مشکل کشا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے یہ سارے کمالات جو ہم اہل سنت وجماعت اور اہل محبت کے عقائد کی جان ہیں بیان فرما کر ہم مظلوموں کو یہ تسلی بھی دی کہ تم میرے بعد مشرک نہیں ہو گے۔

☆ ... جس طرح اللہ والوں کے مقابلے میں دنیا والوں کی طاقت بے معنی ہوتی ہے یونہی اللہ والوں کے سامنے دنیا والوں کا علم بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ محبوبان خدا کے منکر پر اللہ کی مار ہے۔ اللہ ان کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔

☆ ... تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا مگر بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا انداز فکر فوراً ان کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اپنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی۔

☆ ... سائنسدان علم وتحقیق کے راستے پر کئی فتوحات حاصل کر سکتا ہے مگر وہ قدر الٰہیہ کے کمال "کن" کا مظہر نہیں بن سکتا۔ ایسا مظہر تو اس کا بندۂ محبوب ومقرب ہی بن سکتا ہے۔ جس کے اعضاء وجوارح میں اللہ کے نور جلال کی تجلیات ہوں۔

☆ ... محبوبانِ خدا کا ہاتھ دستِ قدرت کا مظہر ہوتا ہے، یونہی ان اہل رضا کا ارادہ (ارادہ الٰہیہ کا) نمائندہ بن جاتا ہے۔

☆ ... اگر خدانخواستہ حضور غوث پاک اور دوسرے اولیاء کی کرامات کی بارشیں نہ ہوتیں تو دور حاضر کے بہت سے لوگ یہ کہہ کر بے دین ہو جاتے کہ نبی سے سائنسدان زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم

پروفیسر خالد بزمی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوند قدوس نے حیوانات، نباتات، جمادات غرض جملہ کائنات کو شرف پیدائش عطا فرمایا۔ پھر انسان کو خاص طور پر دیگر مخلوقات کے مقابلے میں کچھ محاسن وفضائل بھی عنایت فرمائے۔ انہی محاسن وفضائل میں سے عقل وہدایت بھی ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس جہان رنگ وبو میں انسانوں کی عقل وہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف قوموں کی طرف اپنے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا، جن میں سے آخر الانبیاء سید کونین سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رہبر اعظم تھے۔

خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن حکیم ایسی جلیل القدر اور عظیم البرکت کتاب ہدایت عطا فرمائی جو تمام انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے مینارۂ نور اور مشعل راہ ہے۔ قرآن حکیم کے آغاز میں ہے

الم٥ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ٥ھدی للمتقین٥

ترجمہ: اس کتاب (قرآن) میں کوئی شک نہیں (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔

واقعتاً قرآن حکیم زندگی کے ہر موڑ پر ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ ہر عقلمند اور ذی شعور انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر اس کائنات اور خاص طور پر انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟

قرآن حکیم میں ہمیں ان سوالوں کے جوابات مل جاتے ہیں۔ کائنات کی پیدائش اور اس کے مقصد کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں کی زبانوں سے یہ الفاظ کہلائے ہیں کہ

ربنا ما خلقت ھذا باطلاً (سورۃ آل عمران)

(ترجمہ: ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا نہیں فرمایا)

انسانوں کی پیدائش کے سلسلے میں خدا تعالیٰ نے صیغۂ واحد متکلم میں فرمایا

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. (سورہ الذریٰت)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد وحید خدا تعالیٰ کی "عبادت" ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خدا کے نزدیک عبادت کا مفہوم کیا ہے؟

اگر ہم اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اصطلاح کے مطابق "عبادت" کا لفظ معنوی اعتبار سے

نہایت جامع ہے۔

جیسا کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عبادت سے مراد صرف ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ ہی نہیں بلکہ اس کے مفہوم میں اخلاق اسلام مثلاً صدق وعدل، امانت، دیانت، مساوات، رحم وکرم، ایثار، رواداری وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالی کی عبادت سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا جس طریقے سے اسلام زندگی گزارنے کی ہدایت کرتا ہے اگر ایک انسان اس طریقے سے زندگی گزارے تو اس کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت میں شمار ہوگا۔

عبادت کا معنی ایک اور لفظ ''بندگی'' سے واضح کیا جاسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھے اور خدا کو اپنا معبود قرار دے پھر ایک عبد اپنے معبود کی فرماں برداری کے لئے جو کچھ بھی کرے گا وہ ''عبادت'' کہلائے گا۔

مثال کے طور پر اگر ایک انسان اپنی روزمرہ کی گفتگو میں جھوٹ، غیبت اور فحش گوئی سے اس لیے پرہیز کرتا ہے کہ خدا تعالی نے اسے ان برائیوں سے منع فرمایا ہے تو یہ ''عبادت'' ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ سچائی، نیکی، پاکیزگی اور انصاف پر اس لئے عمل کرتا ہے کہ یہ باتیں خدا تعالی کو پسند ہیں تو اس کا یہ عمل بھی ''عبادت'' میں شامل ہوگا، خواہ یہ سب کچھ دین کے علاوہ دنیا ہی کے معاملات میں کیوں نہ ہو۔

الدنیا مزرعة الآخرة. (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کا مطلب یہی ہے کہ دنیا کی نیکیاں ہماری آخرت سنوارنے کے کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں سے لین دین کریں، بازار میں خرید وفروخت کریں، اپنے گھر میں ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ رہیں کہیں یا اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملیں جلیں، اگر ہم اپنی زندگی کے اس قسم کے تمام معاملات میں خدا کے احکام اور اس کے قوانین کو ملحوظ اور یہ سمجھیں کہ خدا نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے پھر یہی بات پیش نظر رکھ کر جھوٹ نہ بولیں، کسی پر ظلم نہ کریں، کسی کی حق تلفی نہ کریں یہ سمجھ کر کہ خدا نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تو ہماری زندگی خدا کی عبادت ہی میں گزرے گی۔ اگر ہم اپنی زندگی کے سارے معاملات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم پر دو قسموں کے حقوق ہیں:

☆......حقوق اللہ (خدا تعالی کے حقوق)

☆......حقوق العباد (بندوں کے حقوق)

دوسرے لفظوں میں یہی حقوق اللہ اور حقوق العباد مل کر عبادت کا مفہوم پیدا کرتے ہیں اور دونوں قسموں کے یہ حقوق آپس میں مربوط اور لازم وملزوم ہیں۔ یعنی اللہ تعالی کے حقوق بندوں کے حقوق کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور بندوں کے حقوق اللہ تعالی کے حقوق ادا کرنے پر مائل کرتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت اس طرح ہوسکتی ہے کہ نماز حقوق اللہ میں شامل ہے اور اس کی تاکید فرمائی گئی ہے نماز کے فائدوں میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ

ان الصلوة تنهىٰ عن الفحشاء و المنكر

بلاشبہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھے گا وہ بے حیائی اور برائی سے باز رہے گا۔ جب وہ بے حیائی اور برائی سے باز رہے گا تو اس کے اس عمل سے بندوں کو یہ فائدہ پہنچے گا کہ معاشرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا۔

اسی طرح قرآن نے روزے کی فرضیت کا مقصد تقویٰ یا پرہیز گاری بتایا ہے۔ اگر ایک شخص متقی پرہیز گار ہوگا تو دوسرے انسان اس کے ہاتھ سے نقصان نہیں پائیں گے کیونکہ نماز، روزہ وغیرہ کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کا مزاج ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ وہ نیکیوں پر عمل کرے اور برائیوں سے محفوظ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ کا تو خیال کرے لیکن ان کے مقصد یعنی حقوق العباد کو نظر انداز کرے تو نماز، روزے وغیرہ کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث مبارک موجود ہے کہ:

''ایک مرتبہ کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ایک عورت ہے جو باقاعدہ نماز پڑھتی ہے اور پورے روزے رکھتی ہے لیکن اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت دوزخ میں جائے گی۔ صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ایک عورت ہے جو نماز اور روزے میں کبھی کبھی بے قاعدگی کر جاتی ہے لیکن اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ عورت جنت میں جائے گی۔

اس مثال سے ظاہر ہے کہ نماز، روزہ وغیرہ ایسی عبادات ہیں جن کا مقصد انسان کو دوسری بڑی عبادت کے لیے تیار کرنا ہے اور وہ بڑی عبادت انسان کی پوری زندگی پر چھائی ہوئی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان حقوق اللہ کو نظر انداز کر کے حقوق العباد پر عمل کر سکتا ہے اگر وہ شخص یہ کہے کہ نماز، روزے کا مقصد پرہیز گاری ہے اور یہ پرہیز گاری نماز روزے کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے تو اس شخص کا یہ استدلال اس لئے درست نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں قسم کے حقوق یکساں واجب العمل ہیں اور پھر جو شخص حقوق اللہ کو نظر انداز کر سکتا ہے وہ بندوں کے حقوق بھی پامال کر سکتا ہے۔

یہودیوں میں ایک گروہ ایسا پایا جاتا ہے جو نماز روزے وغیرہ کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کرتے اسلام میں عمل کے بغیر اس خوش عقیدگی کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے، جس طرح کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں نیکی نہیں کرتا تو کوئی برائی بھی تو نہیں کرتا۔ حالانکہ دیکھا جائے تو نیکی نہ کرنا خود ایک بہت بڑی برائی ہے۔

عبادت کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ عبادت اللہ تعالی کا حق ہے وہ اس عنوان کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جلیل القدر نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ آدمی کا پورے یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان ہو کہ بندوں پر اللہ تعالی کا یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کا حق ہے کہ وہ اپنے بندوں سے اس طرح اس کا مطالبہ فرمائے

جس طرح دوسرے اہل حق اپنے حق کا تقاضہ کرتے ہیں۔اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ نے یہ روایت بھی فرمائی ہے کہ

ایک دن حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ بن جبل سے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اپنے بندوں پر اللہ تعالی کا کیا حق ہے اور اس کے ذمہ بندوں کا کون سا حق ہے؟ معاذ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔اور اللہ تعالی پر اس کے بندوں کا یہ حق ہے کہ جس نے شرک نہیں کیا وہ اسے عذاب سے محفوظ رکھے۔

اس روایت کے ساتھ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

اگر کسی شخص کو اس بات کا پختہ یقین نہ ہو اور یہ خیال کرنا اس کے لئے ممکن ہو کہ شاید اللہ تعالی اپنے بندوں سے عبادت کے متعلق باز پرس نہ فرمائے اور ترک عبادت پر کچھ مواخذہ نہیں کرے تو وہ شخص دہریہ ہے۔چاہے ظاہری طور پر وہ عبادت کرتا ہو لیکن کیونکہ وہ عبادت کو خدائے پاک کا حق نہیں سمجھتا اور نہ وہ اس بات کا معتقد ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے تو یہ رکی عبادت ہے اس کے لئے کچھ بھی نفع بخش نہیں اور نہ اس کے اور اس کے رب تعالی کے درمیان راستہ کھلنے کی کوئی امید کی جاسکتی ہے۔

یہ مثال تو اس شخص کی تھی جو عبادت کرتا ہے لیکن عبادت کو اللہ تعالی کا حق سمجھ کر ایسا نہیں کرتا۔فرض کیجیے کہ عبادت کا انکار ہی کرسکتا ہے اور کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آخرت میں نماز اور روزے وغیرہ کام نہ آئیں۔

اس قسم کا سوال ایک غیر مسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کیا تھا اس شخص نے کہا تھا۔

اے علی تم انتہائی سردیوں میں وضو کر کے نماز پڑھتے ہو اور سخت گرمیوں میں روزے رکھتے ہو فرض کرو کہ اگر آخرت میں یہ چیزیں کام نہ آئیں تو کیا کرو گے؟

ہم میں سے کوئی ہوتا تو نہ جانے اس سوال کے جواب میں کس قدر برافروختہ ہوتا لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیا کہ میں تمہارے کہنے پر ایک لمحے کیلئے ایسا فرض کر لیتا ہوں اس سے زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ آخرت میں نماز اور روزے ہمیں فائدہ نہ دیں گے لیکن اس کی بنا پر ہمیں کچھ نقصان تو نہ ہوگا،اس کے برعکس اگر وہاں واقعی ان چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو تم کیا کرو گے۔ظاہر ہے اس سوال کا آگے جواب نہیں دیا جاسکتا تھا اور پھر یہ بھی ہے کہ یہ سوال ایک غیر مسلم کا تھا ایک مسلمان کے دل میں تو ایسا خیال ہی نہیں آسکتا تھا کیونکہ ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالی کی کتاب موجود ہے جس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ

یا ایھا الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (سورہ البقرہ)

ترجمہ اے لوگو!اپنے پروردگار کی عبادت کرو اس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ان الفاظ سے یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام کی عبادات کا مقصد مطلوب تقوی یا پرہیزگاری ہے۔تقوی اور پرہیزگاری کیا ہے،اس

سلسلے میں ایک روایت ملتی ہے کہ

ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کرنا چاہا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تمہیں کسی ایسے تنگ راستے سے گزرنا پڑے، جس کے دونوں طرف کانٹے دار جھاڑیاں ہوں تو تم کیسے گزرو گے؟ اس صحابی نے کہا اس صورت میں ہم اپنے کپڑوں اور جسم کو کانٹوں سے بچانے کے لئے ازحد احتیاط سے ہر قدم اٹھائیں گے فرمایا گیا کہ یہی تقویٰ ہے۔

ایک مسلمان اپنے آپ کو دنیا کی آلائشوں یا آلودگیوں سے بچانے کے لیے لئے بڑی کوشش کرتا ہے وہ تقویٰ ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر نیشاپوری نے جب یہ کہا تھا کہ

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

ترجمہ: تو نے مجھے ایک تختے کے ساتھ باندھ کر دریا کی گہرائی میں ڈال دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ دھیان رکھنا تمہارا دامن بھیگ نہ جائے۔

تو شاید اس کے سامنے یہی مفہوم تھا

پرہیزگاری دیکھنے میں واقعی مشکل چیز ہے لیکن اگر انسان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا شروع کردے تو ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا وہ راستہ ''عبادت'' ہے۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ ایک معروف عالم اور نامور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے تذکرے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی ایک خادمہ تھی جو بہت نیک اور عبادت گزار تھی۔ کہتے ہیں کہ جب سفیان رات کو سو جاتے تو وہ چپکے سے اٹھتی اور اللہ کے حضور عبادت میں مشغول ہو جاتی تھی۔ ایک روز وہ عبادت میں مشغول تھی کہ اچانک سفیان ثوری کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ خادمہ دعا مانگ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ میں تجھے اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں جو تجھ کو مجھ سے ہے کہ تو میری دنیا اور آخرت سنوار دے۔

حضرت سفیان ثوری یہ الفاظ سن کر حیران ہوئے اور خادمہ سے کہنے لگے تو یہ کیا کہہ رہی ہے میں تجھے اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں جو تجھ کو مجھ سے ہے۔ محبت تو بندے کو اللہ سے کرنی چاہیے۔ اس پر خادمہ نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہوتا جو شخص خدا کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ اس کی توفیق ہی سے ایسا کرتا ہے اور یہ بندے کے ساتھ اللہ کی محبت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اگر اللہ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو ایسے وقت میں جب لوگ سو رہے ہیں وہ مجھے جاگنے اور عبادت کرنے کی توفیق عطا نہ فرماتا۔

اس واقعے سے ظاہر ہے کہ عبادت کی توفیق اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے بندے پر مہربان ہے۔ خدا ہم سب کو اپنی صحیح عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عیدالفطر کا پیغام

جناب احسان حسن ساحرؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ صیام اپنی تمام تر تجلیوں اور رعنائیوں، رونقوں، برکتوں، رحمتوں سے بھرپور مقدس لمحات کو اپنے دامن میں سمیٹے اختتام پذیر ہوگیا ہے۔ کل سورج غروب ہونے تک یہ قدسی مہمان ہمارے درمیان موجود تھا مگر شام کے سائے ڈھلنے کے ساتھ جونہی ہلال عیدالفطر نظر آیا یہ عظیم ومقدس مہمان رخصت ہوگیا۔ اگلے برس تک اس مہمان کی دوبارہ میزبانی کا شرف کسے حاصل ہوگا؟ یہ راز علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، کئی احباب گزشتہ برس موجود تھے مگر اب نہیں، کئی آج موجود ہیں آئندہ برس نہ ہوں گے۔ یہ سلسلہ آمد ورفت روز اول سے ایک خاص اور دائمی نظام کا پابند چلا آرہا ہے، ماہ رمضان میں اہل ایمان تزکیہ نفس اور شب وروز کے سجود وقیام کے مراحل سے گزر کر آج عیدالفطر کی سہانی مسرتوں سے ہمکنار ہورہے ہیں، بے شک یہ لمحات مسرت ان حقیقتوں کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں نے اپنے خالق ومالک کی رضا وخوشنودی کے لئے صدق دل سے رمضان کے ادب واحترام میں گزارے اور جن کے ذریعے انہوں نے اپنے اندر ایثار وقربانی، صبر وضبط اور تحمل وبردباری کا ایک ایسا جذبہ پیدا کیا جو انسان کو صابر وشاکر بنا دیتا ہے۔

اللہ کریم نے مسلمانوں کو دین کے ساتھ اخوت ومودت کے مضبوط رشتہ میں باندھ دیا ہے۔ اسی حقیقت اور تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تمام لوگوں پر یہ لازم اور ضروری ہوگیا کہ عید کی ان خوشیوں کو اجاگر کرنے کے لئے انہیں محض نجی اور خاندانی سطحوں پر محدود نہ کریں بلکہ ان خوشیوں میں ان اہل اسلام کو بھی بلا امتیاز شامل کریں جو کسمپرسی، بے کسی، عسرت اور کسی بھی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے عید منانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آیئے آج یوم عیدالفطر کی اس رنگین چہل پہل میں ان چہروں کو بھی تلاش کریں جن پر یاس وحسرت کی زردی جھلک رہی ہو۔ وطن عزیز کے ہر شہر، گاؤں اور قصبہ میں ایسے بے شمار لوگوں کی کمی نہیں جو مستحق تو ہیں مگر عزت داری کے بھرم کو قائم رکھنے کے لیے اپنا دست سوال دراز نہیں کر سکتے۔ جو سفید پوش تو ہیں، مگر پیشہ ور بھکاری بن کر گلی گلی مانگنے کی جرات نہیں کرتے۔ اگر ایسے مستحقین کا خیال نہ رکھا جائے تو ہماری یہ عید اجتماعی عید نہ ہوگی بلکہ سراسر ذاتی اور خودغرضی وخود پسندی کی عید ہوگی۔ اس پیغام کو خیر سگالی کی روشنی میں ہمارا اجتماعی اور ملی فرض ہے کہ اپنے اصل کنبہ کی طرح ان بے خانماں لوگوں کو بھی اپنے ہمراہ لے کر چلیں۔ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں اس پیغام کی عملی شکل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پیش کی ہے کہ عیدالفطر کے موقع پر اہل ایمان بڑے جوش وجذبہ سے اس دن کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ شہر بطحا کی ساری فضا مسرت وشادمانی سے مسحور تھی، نماز عید کی ادائیگی کے لیے شہر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مختلف گلیوں اور بازاروں سے مسلمان صاف ستھرے لباس میں عیدگاہ کی طرف رواں دواں تھے۔ جب نماز عید ختم ہوئی تو بڑوں کے ساتھ بچے بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی واپسی کا قصد فرمایا۔ دریں اثناء نگاہ رسالت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے بچے پر پڑی جو پھٹے پرانے کپڑوں میں لپٹا ہوا مسلسل آنسو بہا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب جا کر انتہائی شفقت سے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر پوچھا بیٹے تمہارے پاس آج عید کے دن پہننے کو نئے کپڑے کیوں نہیں؟ بچے نے غمزدہ لہجے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا۔ اپنا سر گھٹنوں میں رکھ دیا اور سسکیاں لیتے ہوئے بولا:

''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ میں میرے والد شہید ہو گئے تھے، میری ماں نے دوسری شادی کر لی اور آج میرے سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ جب میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو اچھے کپڑوں میں عید کی خوشیاں مناتے دیکھا تو میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا''۔ غلاموں کے والی، یتیموں کے مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ داستان سنی تو چشمان مقدس چھلک پڑیں۔ آنسو ننھے ننھے موتیوں کی طرح بہنے لگے۔ خود پر قابو پایا اور تبسم فرما کر یتیم بچے سے فرمایا: بیٹا غم نہ کرو، دیکھ میں بھی تیری طرح بچپن میں صرف نہ والد بلکہ والدہ سے بھی محروم ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید شفقت ورافت سے فرمایا بتلاؤ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے والد اور عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہاری والدہ اور فاطمۃ الزہرہ تمہاری بہن بن جائے تو کیا خوش ہو جاؤ گے؟ بچے نے حسن خلق اور انسانیت کی حلاوتوں سے بھرپور دریائے رحمت کو موجزن دیکھا تو اس کے سارے غم دور ہو گئے۔ اس عظیم پیشکش نے اس یتیم کی تقدیر بدل دی۔ یہ وہ پیش کش تھی جس کی حسرت انبیاء اور رسل نے بھی کی مگر نہ پا سکے۔ آسمان کی وسعتوں اور زمین کی کشادگی نے دیکھا کہ عید گاہ کے قریب آنسو بہانے والے ایک گمنام یتیم نے کائنات کی یہ ساری دولت سمیٹ لی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنے ہمراہ آستانہ نبوت پر لے گئے دروازے پر پہنچے تو زوجہ محترمہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آواز دی، سامنے آئیں تو فرمایا عائشہ دیکھو تمہارے لیے ایک بیٹا لایا ہوں بعد از اں ساری بات بیان فرما دی۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچے کو نہلا کر اچھے کپڑے پہنائے اور کھانا کھلانے کے بعد فرمایا بیٹا جاؤ اور باہر بچوں کے ساتھ کھیل کر واپس آ جاؤ۔ اگر آج کے روز ہم مسلمان بھی اسی طریقہ اور طرز عمل کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں تو یقیناً دنیا کا کوئی انسان اپنے آپ کو تنہا اور دکھی محسوس نہ کرے گا۔ اسلام نے اسی تصور کو پیش کیا ہے کہ ایک فرد کا دکھ ساری قوم کا دکھ ہوتا ہے۔ اگر ایک آنکھ بہے تو ساری قوم کو اشکبار ہو جانا چاہیے۔ اگر اسی اسوہ حسنہ کو اپنا لیا جائے تو نہ صرف ہمیں خود روحانی لذت اور دلی تسکین حاصل ہو گی بلکہ یہ عمل صالح ایک عظیم سنت کی ادائیگی کا نمونہ بن کر آخرت کا سامان بن جائے گا۔

کتابوں میں عید کے تین مفاہیم بیان کیے گئے ہیں

لفظ عید عود سے نکلا ہے، جس کا معنی پلٹ آنا، عید چونکہ ہر برس اپنے دامن میں مسرتوں اور نکہتوں کے گلہائے رنگا رنگ لے کر بار بار آتی ہے اس لئے اس کا نام عید ہو گیا۔ عید کے دوسرے معنی توجہ یا خیال کرنے کے بھی ہیں۔ کیونکہ عید کے روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف (خصوصاً اہل صیام) رحمت ومغفرت کی خاص نگاہ فرماتا ہے۔ اس لیے اس حوالہ سے اس دن کو عید کہا جانے لگا۔ عید کے تیسرے معنی مسرت اور خوشی کے بھی ہیں۔ یقیناً یہ دن اہل ایمان کے لیے خوشیوں سے بھرا دن ہوتا ہے اس لیے عید کہلانے لگا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب سرزمین مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ نے سال میں خوشی کا جشن منانے کے لئے دو ایام مقرر

کرر کھے تھے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اہل مدینہ! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان سے احسن دو ایام عطا فرمادیے ہیں ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ، یہ دونوں دن دنیا کی دیگر غیر مسلم قوموں میں منائے جانے والے خوشی کے دنوں سے قطعی مختلف اور جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔دوسری قومیں اپنے خوشی کے تہوار عام طور پر کسی مادی یا ثقافتی بنیاد پر مناتے ہیں جبکہ مسلمان ان اسلامی تقریبات کو مذہبی اور اللہ کے حضور اظہار تشکر کے طور پر مناتے ہیں اور یہ مادی منفعت اور ذاتی غرض وغائت کی آلائشوں سے بالکل پاک ومنزہ ہوتے ہیں۔عید الفطر خالصاً تکمیل صیام اور نزول قرآن کی افادیت وحکمت سے مربوط ہے جب کہ عید الاضحیٰ ایک ایسی بے مثل اور عظیم قربانی کی تاریخ مرتب کرتی ہے،جس کی نظیر آج تک تاریخ انسانی میں رقم نہیں ہوسکی،لہٰذا یہ دونوں عیدیں ساری مخلوق کو ایک مالک وخالق کی وحدانیت کا پیغام دیتی ہیں اور اسی کی ذات کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردینے کا جذبہ اور سبق سکھاتی ہے۔ان کے منانے سے ہمیں مزید یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اصل ہدایت اور رہنمائی کے بغیر کوئی انسان بھی نہ تو خالق کی رضا اور خوشنودی حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ اخروی کامیابی پا سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روز چند کھجوریں نوش فرما کر عید کی نماز ادا کرنے عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔امام نووی اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے علاوہ دیگر علماء کرام کے نزدیک یہ عمل سنت مؤکدہ ہے،مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے واجب قرار دیا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی پہلی نماز دو ہجری کو ادا فرمائی جس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اول وآخر کچھ نہیں نہ پڑھا۔عیدین کی نمازوں میں اذان اور اقامت لازم نہیں بلکہ صرف نیت کرنا ہی کافی ہے کہ ان نمازوں کا خطبہ بعد از جماعت دیا جاتا نیز ان نمازوں کی ادائیگی کا وقت اتنا وسیع ہے کہ طلوع آفتاب کی روشنی پھیل جانے سے زوال آفتاب تک یہ نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔اول وقت میں ادا کرلینا زیادہ بہتر،افضل اور اور باعث ثواب ہے۔عیدین کا خطبہ سماعت کرنا نہایت ضروری ہے۔اگر عظیم اجتماع کی وجہ سے خطیب کی آواز عوام الناس تک نہ پہنچ سکتی ہو تب بھی ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے عید گاہ میں موجود رہنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عید کے روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آنے جانے کے راستوں میں تبدیلی فرمادیتے۔یہاں یہ بات عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ نماز عید کے لیے مساجد کی بجائے وسیع وکشادہ میدان زیادہ بہتر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا کہ مسجد نبوی کی بجائے باہر کھلے میدان میں تشریف لے جاتے حالانکہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا اجر وثواب کئی ہزار نمازوں کی ادائیگی کے مترادف ہے مگر اس روز نماز عید کھلے میدان میں ادا کرنا اس سے بھی زیادہ ثواب وفضیلت کا باعث ہے مجبور ومعذور اور ضعیف لوگوں کو مسجد میں ادا کرنے کی رعایت ہوتی ہے عصر حاضر میں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ لوگ اس سنت پر عمل کرنے کی بجائے اپنے محلوں کی چھوٹی چھوٹی مساجد کو بطور عید گاہ استعمال کرلیتے ہیں۔نماز عیدین کو معمول کی پنج گانہ نمازوں کی طرح ایسی مساجد میں چند اہل اسلام کا مل کر ادا کرنا اسلام کی اجتماعیت کو نقصان پہنچاتا ہے یہ طریقہ سریحاً سنت کے خلاف ہے۔امت مسلمہ پر لازم ہے کہ

اجتماعیت اور کثرت کا اظہار کھلے میدان یا بڑی عیدگاہ میں اللہ کے حضور سر بسجود ہو کر کریں۔ کیونکہ دین کا کوئی حکم بھی فلاح انسانیت اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اسلام وہ دین فطرت ہے جو مسلمانوں کو ایک مضبوط و مستحکم اور متحد ملت دیکھنا چاہتا ہے۔ ان کی منتظر صفوں میں اتحاد و یکجہتی کے رشتوں کو مضبوط سے مضبوط دیکھنے کا متمنی ہے۔ قرآن حکیم میں انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ اگر تم فرقہ واریت کا شکار ہو کر افراط و تفریط میں پڑ گئے تو یاد رکھو تمہاری اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ مسلمانوں کو متحد و منظم رکھنے کے لیے نماز عیدین کی ادائیگی کا یہ حکم اسی مصلحت کے پیش نظر دیا گیا ہے۔ ہفتہ وار نماز جمعہ کا اجتماع بھی اسی پیغام اتحاد کی ایک شکل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں عورتیں اور بچے بھی عید کی نماز کے لیے عیدگاہ میں جایا کرتے تھے۔

عید الفطر کی مسرتوں کا اظہار اس طرح بہتر انداز میں ہو سکتا ہے کہ ہم نماز عید کے وقت اپنی صفوں میں کھڑے ہوتے وقت اپنے رب کے حضور اس عہد کی تجدید بھی کریں کہ ہم اپنی آزادی کی حفاظت اور استحکام وطن کے لیے اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھیں گے۔ عید مساوات محمدی اور اخوت اسلامی کے مظاہرے کا دن ہے۔ اس روز ہمارا ایک عمل یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور دولت و اقتدار کے فرق کے باوجود اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں یکساں جوابدہ ہیں خطبے کی ادائیگی سے ہم حاجت مندوں کو عید کی خوشیوں میں شریک کرتے ہیں۔ جس سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ناداروں کو سربلند کرنا اور کمزوروں کو ہمسر بنانا اہل ثروت کی اولین ذمہ داری ہے۔ آج جب کہ رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہوا اور عالم اسلام میں عید دھوم دھام سے منائی جا رہی ہے، مقبوضہ جموں و کشمیر کے مجاہدین شدید بحران میں مبتلا ہیں انہیں اپنی جانوں اور عزتوں کی مسلسل قربانی دینا پڑ رہی ہے۔ حجری دیوتاؤں کو پوجنے والی سفاک قوم معصوم بچوں حاملہ عورتوں اور پر امن کشمیریوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ وہ مہاجرین جو ترک وطن کے بعد مسافرت کی زندگی گزار رہے ہیں اندازہ کریں کہ عید ان پر کس طرح سے گزرے گی؟ اس جشن عید پر جب کہ ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے وہ مجاہدین اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے عالم اسلام کی حفاظت کی خاطر اور آزادی کے حصول کے لیے شب و روز مصروف جنگ ہیں یہ ہمارا ملی اور انسانی فریضہ ہے کہ مجاہدین کو دامے درمے اپنی خوشیوں میں برابر کا شریک کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کا دکھ بانٹنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہی دین اسلام کا ازلی پیغام ہے۔

کافی ہے مجھ کو نغمہ عشق رسول ہی
کیا کام مجھ کو زخمہ و چنگ و رباب سے
ان کا کرم دکھا دیا اس کو در رسول
آسی ملا تھا مرشد عالی جناب سے

آزادی نسواں کے علمبرداروں سے ایک اپیل

مراسلہ: علامہ آسوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی دنیا میں آج مطالعہ و تحقیق کے دو طریقے رائج ہیں ایک یہ کہ آپ اپنے طور پر جس نتیجے کو صحیح اور درست سمجھے ہوئے ہیں، خواہ وہ گھر یا ماحول کی وجہ سے ہے یا معاشرہ یا تعلیم کے زیر اثر ہے، اس کو سامنے رکھ کر اسی کی صحت کے اثبات پر دماغ کا سارا زور صرف کر دیں، اس کے موافق جتنے دلائل آئیں انہیں پورے شد و مد کے ساتھ پیش کریں اور جو خلاف دلائل آئیں انہیں رد کرنے کے لیے دماغ کو نچوڑ کر رکھ دیں۔ یہ موضوعی طرز تحقیق ہے جو آج بالعموم رائج ہے۔

تحقیق کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ کے بارے میں جو آپ کے سابقہ خیالات یا نظریات ہیں، انہیں فراموش کر دیں اور مسئلے کے سارے پہلو سامنے لائیں اور موافقت و مخالفت ساری دلیلوں پر تنقیدی نگاہ ڈالیں، اب مثبت یا منفی جو جہت بھی قوی اور محکم نظر آتی ہے اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیں، اسے معروضی طرز تحقیق کہا جاتا ہے جسے بہت کم لوگ اپناتے ہیں۔ یہ تحقیق کا وہ طریقہ ہے جو آزادی فکر اور آزادی رائے کی دعوت دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ اسے وہ افراد بھی پورے طور سے نظر انداز کر جاتے ہیں جو آزادی فکر کا علم لیے گلا پھاڑ پھاڑ کر آزادی کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آزادی کے نعرے لگانے والے یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ ہر شخص کو آزادانہ سوچنے اور کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ عورتوں پر نوازشات کی بارش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نیم عریاں ہی نہیں مکمل عریاں رہنا بھی اس کا حق ہے، کسی خارجی مصلحت کو بتا کر اسے اس کے اس شخصی حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اگر وہی دوسری خاتون جو حجاب یا اسکارف لگانا چاہتی ہے اور شخصی طور پر اسے پسند کرتی ہے تو اسے اس کا حق نہیں دیا جاتا اور اسے روایت پسند کہہ کر اس کے گرد زندگی کی راہیں مسدود کر دی جاتی ہیں۔ ایسا اس لیے ہے کہ آزادی فکر کے علمبرداروں نے اپنے طور پر یہ طے کر لیا ہے کہ آزادی کا جو مفہوم وہ سمجھتے ہیں وہی آزادی ہے۔ اس کے خلاف آزادی ہو ہی نہیں سکتی اور نہ کسی کو اس کے خلاف آزادی کی تشریح کرنے کی آزادی ہے۔ یہ آزادی کا غلامانہ تصور اور موضوعی طرز تحقیق کا نتیجہ ہے۔

اگر آپ تاریخ کے طالب علم ہیں تو محسوس کرتے ہوں گے کہ تاریخ، ماضی کی تلاش اور کھنڈرات میں دبے حقائق کی بازیافت میں جہاں معروضی طرز تحقیق کا استعمال کرتی ہے وہیں ماضی اور حال کے معاشرے کا تقابل کرتے وقت بالعموم موضوعی انداز اختیار کر لیتی ہے۔ ماضی کے معاشرے میں اسے انسانی زندگی بے کیف سی لگتی ہے اور وہ اپنے پیش رووں کے طریق معاشرت پر استہزاء اور اہانت پر آمادہ نظر آتی ہے۔ حالانکہ اگر معروضی انداز میں پر سکون زندگی کی تلاش کی جائے تو وہ حال ہے کہ بالمقابل ماضی میں زیادہ بہتر نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جدیدیت کے حاملین بھی کبھی کبھی اپنے ضمیر کو بے اختیار ماضی کی طرف پلٹتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔

تاریخ کے اس موضوعی طرز عمل کو سمجھنے کے لئے صرف یہ ایک مثال کافی ہے کہ تاریخ ماضی کے ان بادشاہوں پر تو کھل کر لعنت کرتی

ہے جو اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کے لئے درجنوں باندیاں رکھتے، ان کے رقص و سرود کی محفلیں سجاتے، ان کو بازوؤں میں بھرتے اور پھر انہیں انعامات و اکرامات سے نوازتے، تاریخ کو یہ چیزیں صنف نازک کے اوپر شدید مظالم نظر آتی ہیں۔ لیکن آج عورتوں کو ایئر ہوسٹس سیلز گرل اور کال گرل بنا دیا گیا ہے، فلموں اور فیشن شوز میں اس کے انگ انگ کی نمائش کرائی جا رہی ہے اور طوائف خانوں کو لائسنس فراہم کر کے چند سکوں کے عوض کھلونے کی طرح اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔ صنف نازک کے ساتھ وہ سلوک جو ماضی میں صرف بادشاہ کیا کرتا تھا آج عام و خاص ہر کوئی کر رہا ہے لیکن پھر بھی تاریخ کی نظر میں آج کی عورت ماضی سے آزاد ہے اور اسے مکمل حقوق حاصل ہیں۔ تاریخ کی نظر میں ماضی کا ظلم آج انصاف اس لیے بن گیا ہے کہ تجزیہ کرتے وقت اس نے موضوعی طرز عمل اختیار کر لیا ہے اور یہ فرض کر لیا ہے کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ صحیح ہو رہا ہے۔

مذکورہ گفتگو کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ تحقیق و جستجو کا معروضی طریقہ غیر جانب دارانہ طریقہ ہے، اس سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ وہ آپ کی انا اور مزاج کے مطابق ہی ہو، بلکہ بسا اوقات آپ کی سوچ سے ٹکراتی ہوئی بات بھی سامنے آ سکتی ہے۔ اس کے برخلاف موضوعی طریقہ تنگ نظری پیدا کرتا ہے، اور صحیح نتیجے تک پہنچنے سے روکتا ہے، جبکہ معروضی طریقہ اعلیٰ ظرفی اور وسعت نظری پیدا کرتا ہے۔ اس سے شی کی وہ تصویر سامنے آتی ہے جو حقیقت اور واقفیت میں ہے نہ کہ وہ جسے آپ نے پہلے سے حقیقت فرض کر رکھا ہے۔

ایک اندھا اور ایک لنگڑے سے اگر آپ یہ سوال کریں کہ انسان میں عیب کیا ہے؟ اندھا پن یا لنگڑا پن۔ تو اندھا لنگڑا پن کو اور لنگڑا اندھا پن کو عیب ثابت کرنے میں ایک مناظراتی مجلس گرم کر دے گا۔ کیونکہ ہر ایک نے یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ جس عیب میں مبتلا ہے وہ عیب ہے ہی نہیں۔ اب ان کی جتنی باتیں ہوں گی اسی موضوعی فکر کے تحت ہوں گی جن کا نہ کوئی نتیجہ سامنے آئے گا اور نہ کوئی حاصل۔

مغرب کے ہوس پرستوں نے اپنی نفسانیت کی تکمیل کے لیے عورتوں کو ایک پر فریب نعرہ دیا "مرد و عورت برابر ہیں" بظاہر یہ ایک میٹھی آواز تھی، جس پر عورتوں نے لبیک کہا اور تسلیم کر لیا۔ شاطر ظالموں نے عورتوں کو اس پر فریب نعرے سے خوش کر کے جی بھر کے اپنی ہوس ناک نگاہوں سے عورتوں کے حسن کو پیا اور ان کو اپنے بازوؤں میں بھر کے حیوانیت اور شہوت پرستی کی ننگی ناچ رچائی۔ اسلام جو معروضی فکر کا حامل ہے اور کسی بھی مسئلہ کے سارے پہلوؤں اور تمام گوشوں پر نظر ڈالنے کے بعد ہی کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے، اس نے مغرب کے اس رویے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور یہ بتایا کہ عورت اتنی ارزاں نہیں جسے ہر کوئی کھلونا بنا لے۔ اس کے حسن کا سودا، ناز و ادا، آواز و انداز کی بازی اور اس کی عزت و عصمت کا کاروبار اس کا اعزاز نہیں، اس کی کھلی توہین ہے۔ ہوٹلوں اور ریسٹورانوں، پارکوں، تماشہ گاہوں اور کاروبار کے فروغ کے لئے فیشن شو کے کام پر ان کی بلیک میلنگ ان کے ساتھ ہمدردی نہیں ظلم ہے، ایسا ظلم جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں۔

مغرب کے تنگ نظر اور موضوعی فکر کے حاملین میں اسلام کی اس آواز کو سنجیدگی سے نہیں لیا اور وہ لیتے بھی کیسے جب کہ یہ آواز ان کی شہوت پرستی اور ہوسناکی کی راہ میں شدید رکاوٹ پیدا کر رہی تھی، اسلام نے نان و نفقہ اور عدل و انصاف کے شرائط کے ساتھ انسان کو چار شادیاں تک کی اجازت دی ہے لیکن ان کی طبیعت کل جدید لذیذ اور "ہر لحظہ از دیگر جام" کی طالب تھی، وہ چند سکھوں پر ہر نئی رات حسن و جمال کی کسی نئی دیوی کے ساتھ گزارنے اور اپنی شہوت کی آگ کو اور ہوا دینے کے خواہاں تھے۔ اس لئے انہوں نے اسلام کے فارمولے کو رد

کر دیا اور اس کی تجویز کو بنیاد پرستی کے طعنے کے ساتھ عورتوں کو محصور اور مقید کرنے کا الزام دیتے ہوئے اپنے قومی ذرائع ابلاغ سے خوب خوب پیش کیا اور بمصداق "جھوٹ اتنا بولو کہ سچ ہو جائے" ان کی باتیں اکثر مردوں اور عورتوں کی سمجھ میں آ گئیں۔

"مساوات" کے اس نعرے کے پیچھے اہل مغرب کے اندر عورتوں کے ساتھ کتنی ہمدردی تھی، اس کے پیچھے ان کے کیا مقاصد تھے، اس سے قطع نظر کیا واقعی مرد وعورت کے بیچ فطرت نے مکمل مساوات پیدا کی ہے؟ نیز مساوات کے دعویداروں نے کیا واقعی عورت کو مساوات کا درجہ دے دیا ہے اور ان کی عورتیں ان کی برابر ہو گئی ہیں؟۔ ان دونوں سوالات پر آج کے ہر باشعور مرد وعورت کو غور کرنا چاہیے۔ بطور خاص عورتوں کو مکمل آزادی کے ساتھ معروضی انداز میں غور کرنا چاہیے کہ مغرب کی آواز میں ان کے لئے ہمدردی ہے یا فریب؟۔ لیکن اس سے پہلے اپنے ظرف کو انہیں اتنا وسیع کر لینا ہوگا کہ اگر بعض باتیں فی الواقع ان کی موجودہ سوچ کے خلاف بھی سامنے آئیں تو وہ بسر وچشم قبول کر لیں۔ جب ہی وہ صحیح نتیجے تک پہنچ سکتی ہیں، موضوعی فکر اور تنگ نظر سوچ کسی کو بھی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچا سکتی۔

مرد وعورت کے بیچ ظاہری ساخت وہیئت اور جسمانی طاقت وقوت میں فرق اس قدر نمایاں ہے جس کا کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا ،شاید پاگلوں کو بھی نہیں۔ ہاں ذہنی اور فکری سطح پر دونوں کا مختلف ہونا اور مرد کا عورت کی بہ نسبت فائق وبرتر ہونا بظاہر واضح نہیں ہے۔ اور اس کو سمجھنے میں اکثر لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے۔ اسلام اس سطح پر بھی تفریق کا قائل ہے، اس نے مرد کو فکر وتدبر میں عورت سے برتر بتایا ہے۔ اسے مساوات کے علمبردار خوب اچھالتے ہیں اور اسلام کے خلاف عورتوں کو بھڑکانے کے لئے اسے ایک زبردست ہتھکنڈا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور چونکہ اکثر انسان موضوعی فکر کے حامل ہیں جس کے سبب فقط اپنے خلاف بات خواہ کتنی بھی سچی کیوں نہ ہو، اسے مسترد کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ اس لیے عورتیں عموماً مساوات کے علمبرداروں کے جھانسے میں آ جاتی ہیں اور اسلام کی سچی بات انہیں کڑوی لگتی ہے اور اسے وہ اپنے خلاف ظلم تصور کرنے لگتی ہیں۔ لیکن اگر معروضی انداز میں غور کریں تو وہ خود بھی اسی نتیجے پر پہنچیں گی جو اسلام کہہ رہا ہے اور تاریخ کی بعض خواتین کی حیرت انگیز ذہانت، غیر معمولی تدبر اور بے پناہ قوت فکر ونظر اور حکومت وسلطنت کی صلاحیت سے جو انہیں دھوکہ ہوتا ہے اس کی حقیقت ان پر واضح ہو جائے گی۔ اور انہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ ایسے واقعات جزوی اور استثنائی ہیں اور اسلام کی بات ایک عمومی ہے۔ ورنہ کم از کم آج ان ممالک میں جہاں مساوات کے علمبرداروں کے مطابق عورت مکمل آزاد ہے اور مرد کے شانہ بشانہ عروج وارتقاء کے سفر میں گامزن ہے، عظیم عہدوں پر عورتیں ضرور ہوتیں، لیکن افسوس کہ بڑے عہدوں پر عورتوں کا تناسب چند فیصد بھی مشکل سے ملے گا۔ دور مت جایئے تہذیب مغرب کے سب سے بڑے ٹھیکیدار امریکہ کا ہی جائزہ لیجئے جہاں خدمت کے لیے ہر جگہ تقریباً سو فیصد عورتوں کا ہی تناسب ہے مگر آج تک کوئی خوش نصیب امریکہ کی صدر نہیں بن سکی۔ اگر خواتین مجھے میری تلخ نوائی سے معاف رکھیں تو ان کے سامنے یہ رپورٹ پیش کر دوں جسے سنڈے ٹائمز لندن کے حوالے سے ٹائمز آف انڈیا نے اپنی ۷ فروری 2005 کی اشاعت میں پہلے صفحے پر شائع کیا ہے۔

"Men's brain cells transmit impulses 4 times faster then women's"

"مردوں کے ذہن کے خلیے عورتوں کے مقابلے بہ نسبت چار درجے تیز حرکت کرتے ہیں"

سائنسدانوں نے یہ تحقیقی رپورٹ ہارورڈ یونیورسٹی کے پریسیڈینٹ لاری سمرس کی زیر نگرانی تیار کی ہے۔ مردوں کی ذہانت کی

تیزی کے بارے میں رپورٹ میں کہا گیا ہے

''اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے اعصاب پر موٹے پردے ہوتے ہیں اور اس میں چکناہٹ اور چربی ہوتی ہے جو اعصاب کی حفاظت کرتے اور اس کے نظم ونسق کو بہتر بناتے ہیں۔''

مرد وعورت کے بیچ اس فطری تفریق کے بعد آزادی ومساوات کے علمبرداروں کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ فطرت نے دونوں صنف کو ایک دوسرے سے مختلف کیوں بنایا ہے؟ پھر یہ نقطہ بھی توجہ کا طالب ہے کہ جب دونوں فطرتاً مختلف ہیں تو پھر دونوں کی ذمہ داری بھی مختلف ہونی چاہیے۔ جو کام پتھر سے لیا جاتا ہے وہ موم سے نہیں لیا جاسکتا۔شوہر اگر دن بھر پیٹھ پر چاول کی بوریاں ڈھو رہا ہے تو مساوات کا نعرہ لگا کر بیوی کی پشت پر آٹے کی بوری نہیں لادی جاسکتی۔

رہا یہ سوال کہ کیا مساوات کے دعویداروں نے عورت کو مساوات کا درجہ دے دیا ہے؟ تو اس کے لیے ابھی حالیہ دنوں پوپ جان پال کے انتقال کے بعد دوسرے پوپ کے انتخاب کے واقعے کو اگر سامنے رکھیں تو بڑی حد تک ان کے نعرہ مساوات کا کھوکھلا پن ظاہر ہو جائے گا۔دنیا کو حیرت ہوئی کہ جہاں پوپ منتخب ہونے کے لئے درجنوں مرد صف بستہ تھے وہاں ایک عورت کو بھی جگہ نہیں دی گئی۔ مساوات کے نعرے لگانے والوں کا عورتوں کے ساتھ یہ غیر مساوی سلوک خود ان کے اصول مساوات کے پیش نظر کس قدر ظالمانہ ہے؟ امریکہ کے منصب صدارت کے تعلق سے جو بات گزری، بڑی حد تک اس سے بھی نعرہ مساوات کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ مزید وہاں عورتوں پر مردوں کی الطاف وعنایات کی یہ روداد بھی پڑھ لیجئے کہ وہاں سن بلوغت سے پہلے ہی ہر بچے کو اپنے معاملات میں مکمل آزاد ہونے اور بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ کے شریک زندگی ہونے کے باوجود ہر ۴۶ سیکنڈ پر ایک زنا بالجبر کا واقعہ پیش آتا ہے۔اس مسئلے کو ٹائمس آف انڈیا اشاعت ا مئی ۲۰۰۵ء کی اس رپورٹ سے بھی سمجھا جاسکتا ہے جسے اس نے ایک فلمی اداکارہ کے حوالے سے شائع کیا ہے۔اس کا کہنا ہے:

This is a male.dominated industry. یعنی فلمی دنیا مردوں کے زیر اثر ہے۔

یہ برتری اس طور پر ہے کہ فلم میں ایک عورت مردوں کی توجہ فلم کی طرف مبذول کرانے کے لئے اپنی ہر طرح کی نمائش کراتی ہے، بسا اوقات سر راہ اپنی عصمت کے تار تار ہونے کا شرمناک منظر بھی اسے پیش کرنا ہوتا ہے مگر اس کے باوجود فلم میں اس کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔اسے ہیرو کی بہ نسبت پیسے بھی کم ملتے ہیں۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ جس میدان میں عورت کو سب سے زیادہ آزاد سمجھا جاتا ہے وہاں بھی اس کی حیثیت اب تک ثانوی ہی ہے۔اب ایسے میں بھلا یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مساوات اور آزادی نسواں کے علم برداروں نے عورتوں کو مکمل مساوات کا درجہ دے دیا ہے؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ کاروبار کو فروغ دینے اور خریداروں کو اپنی پراڈکٹس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہر دروازے اور ہر کاؤنٹر پر انہوں نے نازک اندام حسیناؤں کو نصف عریاں کر کے کھڑا کر دیا ہے؟

میرے خیال میں قبل اس کے کہ حال ماضی اور مستقبل کا تاریخ نگار ہمارے بے مہار رویوں اور غیر متوازن فکر وعمل پر لعنت ونفرین بھیجے۔ہمیں آج ہی اپنے حال کا محاسبہ کر لینا چاہیے۔آزادی کے مغربی نعرے باز جن کی تنقید کا نشانہ صرف قدامت پسندی اور روایت پرستی ہوتی ہے انہیں اپنی جدیدیت اور روشن خیالی کا بھی کھلے ذہن کے ساتھ معروضی جائزہ لینا چاہیے۔ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ان کی روایت مستقبل میں تنقید واحتساب کی میز پر رکھی جائے تو اس میں روشن دماغی کی بجائے ہوس پرستی اور زر اندوزی جیسے امراض ہی نظر آئیں، انسانیت پر حیوانیت کا مکمل تغلب دکھائی دے۔

صدقہ فطر

حضرت علامہ ممنون احمد آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فطرانہ ایک طرح کا صدقہ ہے جو کہ روزوں کے مکمل ہونے پر دیا جاتا ہے روزوں میں کوئی کمی کوتاہی رہ گئی ہو تو اس سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طھر الصیام من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صدقہ فطر روزوں کو لغو اور بیہودہ سے پاکیزہ کرنے والا اور مساکین کے لیے کھانے کا باعث بنایا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال فی اخر رمضان اخرجوا صدقۃ صومکم فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الصدقۃ صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح علی کل حر او مملوک ذکر او انثی صغیرا او کبیر (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رمضان کے آخر میں فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ نکالو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو فرض کیا ہے۔ کھجوروں اور جو میں سے ایک صاع اور گندم کا نصف صاع ہر آزاد، غلام مرد عورت، چھوٹے اور بڑے پر لازم ہے

س: صدقہ فطر کسے کہتے ہیں؟: ج: عید الفطر کے دن جو صدقہ دیا جاتا ہے اسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔

س: صدقہ فطر ادا کرنا کیسا ہے؟

ج: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا روزہ زمین وآسمان کے درمیان لٹکا رہتا ہے جب تک فطرانہ ادا نہ کرے۔ (کنز العمال)

س: صدقہ فطر واجب ہے یا سنت؟ ج: صدقہ فطر واجب ہے۔

س: کیا صدقہ فطر ہر ایک پر واجب ہوتا ہے؟

ج: صدقہ فطر کی ادائیگی کیلئے عاقل اور بالغ ہونا شرط نہیں تو اگر نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے اور ان نابالغ اور پاگل افراد کے جو ولی ہیں ان کو چاہیے کہ وہ ان کے مال سے فطرانہ ادا کرے۔ (ردالمحتار)

س: اگر کوئی آدمی صبح صادق سے پہلے انتقال کر گیا تو اس کا بھی صدقہ فطر دینا چاہیے؟

ج: عید کے دن صبح صادق کا آغاز ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے جو شخص صبح صادق کے شروع ہونے کے بعد فوت ہوا اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ (عالمگیری)

س: کیا عید کے بعد بھی صدقہ فطر دیا جا سکتا ہے؟

ج: صدقہ فطر کا وقت عمر بھر ہے یعنی جب بھی ادا کرے گا ادا ہی ہوگا قضا نہیں ہوگا اگر چہ سنت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کردے (درمختار)

س: عید سے پہلے صدقہ فطر دینا جائز ہے یا ناجائز؟ ج: جائز ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری درمختار)

س: صدقہ فطر کی مقدار کتنی ہے؟

ج: صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا ستو آدھا صاع، کھجور یا جو یا اس کا آٹا ایک صاع۔ (عالمگیری)

س: صاع کی مقدار کیا ہے؟

ج: اعلیٰ درجے کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ نئے وزن سے چار کلو اور تقریباً 94 گرام اور آدھا صاع دو کلو تقریباً 47 گرام کا ہوتا ہے۔

مسائل دینیہ

علامہ مفتی محمد اقبال آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: نمازِ عید پڑھنے کی ترکیب کیا ہے؟

جواب: پہلے یوں نیت کرے: نیت کی میں نے دو رکعت نمازِ عید الفطر واجب کی، چھ زائد تکبیروں کے ساتھ، اس امام کے پیچھے، کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے۔ پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر چھوڑ دے، پھر تیسری بار ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے (بطریق دوسری نماز) ایک رکعت پڑھے دوسری رکعت میں بعد رکعت رکوع میں جانے سے پہلے تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے اور چوتھی مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جائے بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطیب کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے۔ بعد خطبہ دعا مانگیں، سلام و معانقہ کریں۔

سوال: زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟

جواب: زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے مال کا مقدار نصاب کو پہنچنا، اس کا بڑھنے والا ہونا اور اپنی ضروریات اور قرض سے فارغ ہونا نیز اس مال پر سال گزرنا شرط ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تین قسم کے مالوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ سونا، چاندی اور مال تجارت۔ روپے پیسے چاندی کے حکم میں ہیں۔ سونے کی مقدار ساڑھے سات تولے اور چاندی کی مقدار ساڑھے باون تولہ ہے۔ جس کے پاس صرف سونا ہے روپیہ پیسہ، چاندی اور مال تجارت بالکل نہیں۔ اس پر سوا سات تولے تک سونے میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ جب پورے ساڑھے سات تولہ ہوگا تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اسی طرح جس کے پاس صرف چاندی ہے نہ روپیہ پیسہ، مال تجارت بالکل نہیں ہے اس پر باون تولے چاندی میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ جب ساڑھے باون تولے پوری ہو یا زائد تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔ لیکن اگر چاندی اور سونا دونوں ہیں یا سونے کے ساتھ روپیہ پیسہ اور مال تجارت بھی ہے، اسی طرح صرف چاندی کے ساتھ روپیہ پیسہ اور مال تجارت بھی ہے تو وزن کا اعتبار نہ ہوگا، اب قیمت کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا سونا چاندی، نقد روپیہ اور مال تجارت سب کو ملا کر اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح مال تجارت کی قیمت لگا کر اگر سونا چاندی اور روپیہ بھی ہے تو سب کو جوڑ کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ چاندی کی قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے، جس دن اپنے مال سے زکوٰۃ نکالے گا اس دن چاندی کی جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہوگا۔ جس دن پہلی مرتبہ اتنے مال کا مالک ہوا جو بقدر نصاب ہے تو ایک سال گزرنے کے بعد اسی تاریخ کو اپنے کل مال کا حساب کر کے ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ دے۔ زکوٰۃ جلدی ادا کرنی چاہیے تاخیر گناہ ہے۔

سوال: مصارف زکوٰۃ کیا ہیں، کن کن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ایک مصرف ''مولفۃ القلوب'' باجمع صحابہ ساقط ہوگیا ہے۔ یہ اجماع زمانہ خلیفہ اول حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منعقد ہوا۔ باقی سات مصارف زکوٰۃ یہ ہیں (۱) فقیر۔ یعنی وہ شخص جس کے پاس ادنیٰ چیز ہو لیکن وہ مالک نصاب نہ ہو (۲) مسکین۔ وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو (۳) عاملین۔ وہ ہیں جن کو حاکم نے مال زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ عامل اگر غنی بھی ہو تو مال زکوٰۃ لے سکتا ہے لیکن اگر سید ہے نہیں لے سکتا (۴) غلام۔ (۵) قرضدار۔ (۶) مسافر (۷) مجاہدین اسلام۔

سوال: کیا زکوٰۃ دینے والے کا مستحق زکوٰۃ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ مال زکوٰۃ ہے؟

جواب: زکوٰۃ دینے والے کا مستحق زکوٰۃ کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ مال زکوٰۃ ہے۔ بعض عزیز رشتہ دار مستحق زکوٰۃ زکوٰۃ لینے سے ہچکچائیں گے۔ اس لیے بتانا ضروری نہیں کہ یہ مال زکوٰۃ ہے۔

سوال: کیا قرض میں دی گئی رقم پر زکوٰۃ دینا ضروری ہے؟

جواب: قرض میں دی گئی رقم پر زکوٰۃ ضروری ہے البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب کہ قرض لینے والا قرض ادا کردے اور اگر قرض ملنے سے پہلے ہی اس کی زکوٰۃ دے دی تو ادا ہوگئی۔ صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں ''اگر دین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے تو جب مال ملے گا سال ہائے گذشتہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہے'' (بہار شریعت حصہ پنجم زکوٰۃ کا بیان) اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت تحریر فرماتے ہیں جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہے۔ جب نصاب یا خمس نصاب وصول ہو، اس وقت ادا واجب ہوگی جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر (فتاویٰ رضویہ شریف)

سوال: ایک بندہ کئی ٹرکوں اور بسوں کا مالک ہے جو کرائے پر ہیں کیا ان کی قیمت اور ان سے جو آمدن ہوگی ان دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا صرف آمدنی پر۔

جواب: زکوٰۃ صرف تین چیزوں پر واجب ہوتی ہے ثمن پر خواہ وہ خلقی ہو یعنی سونا چاندی یا ثمن اصطلاحی یعنی روپیہ پیسہ۔ مال تجارت اور چرائی کے جانوران کے علاوہ باقی کسی چیز پر نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے ثمن یعنی سونا چاندی روپیہ پیسہ۔ مال تجارۃ سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔ کرایہ پر چلنے والے ٹرکوں اور بسوں کی قیمت مذکورہ چیزوں میں سے کوئی نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ صرف ان گاڑیوں کی آمدنی پر واجب ہے قیمت پر نہیں۔ اس لئے قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ کرائے پر چلانے کے سامان کمانے کے آلے ہیں اور ان پر زکوٰۃ نہیں جیسا کہ بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ 42 پر ہے کرایہ پر اٹھانے کے لئے دیگیں ہوں ان کی زکاۃ نہیں۔ یونہی کرایہ کے مکان کی۔ البتہ جن گاڑیوں کو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے۔

سوال: جو شخص مالک نصاب ہو کر زکوٰۃ بالکل نہ نکالے یا پوری زکوٰۃ ادا نہ کرے مگر دیگر کار خیر میں خرچ کرے۔

جواب: زکوٰۃ فرض قطعی ہے اور اہم ارکان اسلام سے ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے قرآن و حدیث میں اس کے نہ دینے پر سخت وعیدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم

ترجمہ: جولوگ سونا اور چاندی یعنی مال جمع کرتے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو (سورۃ توبہ آیت 34)

حدیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کردیا جائے گا جس کے سر پر دو چوٹیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں (صحیح بخاری مشکوٰۃ المصابیح)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ زکوٰۃ نہ دے کر دیگر کارِ خیر میں خرچ کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں، اس سے بڑھ کر احمق کون ہے کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں خرچ کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا قرض گردن پر رہنے دے۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض دھوکے کی چیز ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کی ترک کا عذاب گردن پر موجود ہے۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، فرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجے وہ قابل قبول نہ ہوں گے۔

سوال: طالب علم صاحب نصاب ہے اس کا زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صاحب نصاب طالب علم کا زکوٰۃ کھانا جائز ہے فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی صاحب علیہ الرحمہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں صاحب نصاب طالب علم کا زکوٰۃ کھانا جائز ہے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا يجوز دفع الزكاة الى من يملك نصاباً الا الیٰ طالب العلم وا لغازى و منقطع الحج لقوله عليه الصلوٰة والسلام يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وان كان له نفقة اربعين سنة

لیکن اگر نصاب اس کے دسترس میں ہے تو جائز نہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فرماتے ہیں جو نصاب پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی (فتاویٰ رضویہ شریف)

سوال: کیا سگے بہن یا بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

جواب: اگر بہن یا بھائی مالک نصاب نہ ہو تو انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ افضل ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"افضل یہ ہے کہ زکوٰۃ بفطرانہ اور نذر کردہ اموال اولاً بھائیوں اور بہنوں کو دیا جائے۔ پھر ان کی اولادوں کو پھر چاچاؤں اور پھوپھیوں کو دیا جائے پھر ماموں اور خالہ اور پھر ان کی اولادوں کو دیا جائے پھر ذوی الارحام پھر پڑوسی پھر ہم پیشہ پھر اپنے شہر والوں یا بستی والوں کو دی جائے (کتاب الزکاۃ)

البتہ بیٹی، بیٹے، پوتی پوتا نواسی نواسا، نانا، نانی دادی باپ دادا کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جیسا کہ بہار شریعت حصہ پنجم مال زکاۃ کے مصارف مسئلہ دو میں ہے۔ اپنی اصل یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے اور اپنی اولاد بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ یونہی صدقہ فطر و نذر کا کفارہ بھی نہیں دے سکتا۔ رہا صدقہ نفل وہ دے سکتا ہے بلکہ بہتر ہے۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

Monthly Mujjalah
AL-HAQIQA
Reg No: C.P.L.208
May 2021

